قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربه فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

8/95

المرشد

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

اداریہ

اللہ نے انسان کو اپنا نائب مقرر کر کے اس کی رہائش کے لئے کرہ ارض کو تمام نعمتوں اور سہولیات سے مزین کر دیا اور اس حد تک کر دیا کہ اگر انسان اللہ کی ان نعمتوں کا شمار کرنے لگ جائے تو زندگی بیت جائے گی۔ اللہ کی نعمتوں کا شمار پورا نہیں ہو پائے گا۔ یہاں تک کہ کائنات کی ہر شے' چاند تارے' سورج اور جن کا ہمیں ابھی ادراک نہیں' اس کرہ زمین کو جاوداں رکھنے کے لئے اس کی خدمت پر لگا رکھا ہے کیونکہ اس پر انسان بستا ہے۔ اس لئے اللہ کریم نے اسے ہی جنت بنا دیا ہے۔ اس کے حسن کے نظاروں پر نظر پڑتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے تمام حسن زمین پر بکھیر دیا ہے۔ اس کا ہر ذرہ' نباتات و جمادات اور حیوانات میں کوئی نہ کوئی فائدہ انسان کے لئے پوشیدہ کر کے رکھ دیا ہے' ہوا کا ہر جھونکا اور پانی کا ہر قطرہ زندگی کو جلا بخشتا ہے۔ کسی بھی چیز کا تصور انسانی ذہن میں آ سکتا ہو وہ اللہ کریم نے اسی سرزمین پر انسان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔

مگر ان تمام نعمتوں اور یہ کرہ ارض جنت کا نظیر ہونے کے باوجود انسانی زندگی' دکھوں' تکالیف' غربت' بدحالی' بیماریوں' قتل و غارت اور جنگ و جدل سے بھری پڑی ہے۔ آخر جنت میں ان منفی حالات کا کیا کام؟ اللہ نے دوزخ کے وجود کا ذکر بھی کیا ہے۔ مگر اللہ کریم نے اس کرہ ارض کو جنت بنایا ہے جہنم ہرگز نہیں۔ اللہ کریم کے اس جنت کو جہنم میں تبدیل کرنے والے ہم خود ہیں۔ اللہ نے اسے جنت برقرار رکھنے کے لئے ایک "مینول" بھی مہیا کر دیا ہے۔ جس میں زندگی گزارنے اور اس جنت کے مزے لوٹنے کے واضح ہدایت فراہم کر دی ہیں۔ اگر ہم ان ہدایات کو نظرانداز کرتے ہیں اور اسے صاف ستھرا رکھنے کی بجائے گندگی کا ڈھیر بناتے ہیں۔ سرسبز رکھنے کی بجائے ہر سبز شے کو کاٹ کاٹ اجاڑتے ہیں۔ اس کے بتائے ہوئے معاشی نظام کو مسخ کر کے اپنا طبقاتی' معاشی اور معاشرتی نظام بنا کر اپنا لیتے ہیں۔ انسان انسانیت تو کیا حیوانی معیار سے بھی نیچے گر کر قتل و غارت میں مصروف ہو جاتا ہے۔ انسانی بھلائی اور بہتری کے لئے ایجاد و پیداوار کی بجائے اسلحہ' گولہ بارود' بم اور پھر ایٹم و ہائیڈروجن بم جیسے تباہی کے اسباب پیدا کرنے میں لگ جاتا ہے۔ زندگی بچانے کی ادویات کی بجائے ہیروئن بنانے اور بیچنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اللہ نے تو یہ تمام منفی اور تباہی کے حالات پیدا نہیں کئے۔ ہم خود چن چن کر' گن گن کر اللہ کے دیئے ہوئے "مینول" کی ہر ہدایت کی دھجیاں بکھیرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ تو جنت میں زندگی جہنم کی ہی بنے گی۔

لیکن جس وقت بھی کوئی قوم لوٹ کر "مینول" کے مطابق زندگی کو ڈھالنے کا فیصلہ کر لے تو جنت کی تمام رونقیں بھی لوٹ کر آ جاتی ہیں اور اس قوم کا ہر فرد اس جنت کا شہری بننے کا مستحق بن جاتا ہے۔

تاج رحیم

آدابِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ جل شانہ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں انسان کو گونا گوں اوصاف عطا ہوئے ہیں اور بنیادی طور پر ہر آدمی نفع کمانے کی دھن میں پوری زندگی بسر کر دیتا ہے۔ ذاتی معاملہ ہو' خاندان کا ہو' اولاد کا ہو' احباب کا ہو' قوم کا ہو مسئلہ یا ملک کا ہو' کوئی باشعور شخص عملاً نقصان کی طرف نہیں جاتا' بن ارادہ کوئی شخص نقصان اٹھانے کے لئے محنت نہیں کرتا یہ انسانی مزاج ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض دفعہ نادانی سے یا غلطی سے نقصان ہو جائے لیکن نکلتا نفع کی طلب میں ہے۔

اصول یہ ہے کہ ہر کام میں نفع کمانے کا کوئی طریقہ ہے۔ اس قاعدے اور اس سلیقے سے اگر وہ کام کیا جائے تو اس پر نفع مرتب ہوتا ہے لیکن اگر قواعد و ضوابط کے خلاف آدمی بغیر کسی نشیب و فراز کی پرواہ کئے ہوئے بھاگتا چلا جائے تو اس کی سلامتی مشکوک ہو جاتی ہے' کسی بھی کام میں آپ اس کے قواعد و ضوابط کا لحاظ نہ رکھیں اور اسے بے دھڑک کرنا شروع کر دیں تو اس میں نفع کی امید کم ہوتی ہے۔

امور دنیا میں نفع و نقصان کا تجزیہ کرنا یہ دماغ کا کام ہے۔ دنیا مادی ہے اس کی چیزیں مادی ہیں' عقل خود مادی ہے' ذہن انسانی خود مادی ہے اور اس لئے عطا فرمایا ہے رب کریم نے۔ دنیا اور دنیا کی اجزاء کا تجزیہ کر کے نفع و نقصان میں تمیز کرے اور نقصان سے بچنے کے انداز سیکھے اور نفع کمانے کے طریقے سیکھے اس پر عمل کرے۔

اگر تو زندگی محض حیوانی زندگی کی حد تک رہے پھر تو اس کی رہنمائی کے لئے دماغ کافی ہے لیکن انسان ایک عجب شاہکار ہے۔ رب جلیل کا بنایا ہوا کہ یہ بستا تو فرش خاک پر ہے لیکن اس کا یہ اٹھنا' بیٹھنا' کھانا' پینا' چلنا' پھرنا اور امور دنیا کو انجام دینا صرف اس فرش خاک کو متاثر نہیں کرتا بلکہ بالائے افلاک کو متاثر کرتا ہے۔ یہ ایسی عجیب مخلوق ہے اللہ کی۔ کہ اس کی حرکات و سکنات اس کے ارادے' اس کی خواہشیں' اس کی آرزوئیں دیکھیں ہر انسان کی آرزو عالم آب و گل میں کوئی ہلچل پیدا کرتی ہے۔ کسی شے کو وہ لینا چاہتا ہے' کسی کو وہ چھوڑ دینا چاہتا ہے اور جو اشیاء اس عالم آب و گل میں بجی ہیں ان میں تحرک پیدا ہوتا ہے۔ کہیں سے وہ راستہ بناتا ہے' کہیں سے راستہ بند کرتا ہے۔ اتنا اثر تو ہر حیوان کی حرکت سے ہوتا ہے۔ جنگل کا درندہ بھی جب حرکت کرتا ہے تو کہیں سے گھاس کچلی جاتی ہے' کہیں سے جھاڑیوں ٹوٹتی ہیں' کہیں کوئی کمزور جانور اس کا شکار ہوتا ہے' کہیں خون گرتا ہے' کہیں سے وہ پانی پیتا ہے' کہیں پتھر لڑھکتا ہے اور کہیں آرام کے لئے وہ جگہ بناتا ہے۔ تو عالم آب و گل میں تو حرکت اس کی حرکتوں سے بھی پیدا ہوتی ہے۔

لیکن انسان تخلیق باری کا وہ شاہکار ہے کہ وجود اس کا انہی عناصر سے بنا ہے جو مادی ہیں لیکن اس میں اصل انسان ہے جسے ہم سمجھ سکتے ہیں یا کہہ سکتے ہیں یا اصل خزانہ جو اس مشت خاک میں ہے وہ براہ راست عالم امر سے متعلق ہے۔ **قل الروح من امر ربی**۔ اور عالم امر کی حدود بہت بالاتر ہیں۔ اگر آپ اندازہ کرنا چاہیں تو یوں سمجھئے کہ پہلے عرش کی ابتداء جہاں سے ہوتی ہے۔ اس کا فاصلہ زمین سے روح کی رفتار سے پچاس ہزار سال کا ہے۔ روشنی کی رفتار جو ہمارا ایک سائنٹیفک پیمانہ ہے اس سے روح کی رفتار کروڑوں گنا تیز ہوتی ہے اور محققین فرماتے ہیں اگر کسی کامل کی صحبت میسر نہ ہو اور کوئی شخص توجہ دے کر روح کو احدیت تک نہ پہنچا دے از خود آدمی کتابوں سے پڑھ کر سن کر اذکار شروع کر دے۔ لطائف اس کے منور ہوں اس کی روح اپنی پوری قوت سے سفر کرنا شروع کر دے۔ تو احدیت تک پہنچنے کے لئے اسے پچاس ہزار سال چاہئیں ہوں گے وہ بھی تب جب ان پچاس ہزار سالوں میں سوائے مراقبے کے اسے اور کوئی کام نہ ہو۔ یعنی پچاس ہزار سال مسلسل روح کے سفر کے چاہئیں ہوں گے۔ تب جا کر کہیں۔

عرش کا پہلا حصہ شروع ہوتا ہے۔ عرش کو محققین نے نو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے یا کہتے ہیں نو عرش ہیں یا عرش عظیم کے نو حصے ہیں دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے وہ جو ارشاد فرمایا گیا تھا۔

آں کہ آمد نہ فلک معراج او
انبیاء و اولیاء محتاج او

تو یہ نو حصے جو ہیں پہلا حصہ احدیت سے شروع ہو کر سالک **المجذوبی** سے بالا منازل تک پہنچنے کے بعد جب شروع ہوتا ہے تو اس سے بالا نیچے کھڑے ہو کر اگر اوپر کی منزل پر نگاہ کی جائے تو بالکل چھوٹا سا ستارہ نظر آتا ہے اور اس طرح کی منازل کم و بیش پچیس ہزار آتی ہیں۔ پہلے حصے میں یا پہلے عرش میں تو آپ اندازہ کر لیں اس کی موٹائی کا یا اس کے فاصلوں کا کیا عالم ہے۔ یہاں سے جیسے کوئی بعض ستارے موٹے نظر آتے ہیں اور بعض بالکل باریک کبھی ٹمٹماتے ہیں اور کبھی بجھ جاتے ہیں۔ اتنے فاصلے پر ہوتے ہیں بالکل اسی طرح سے اوپر کی منزل نظر آتی ہے۔

اور ایسی منازل ایک دفعہ ہم نے کوشش کی تھی اندازہ کرنے کی، تو حتمی تو کوئی نہیں کہا جا سکتا لیکن شاید سب سے صحیح اندازہ وہ تھا جو حضرت جیؒ کی خدمت میں بیٹھ کر لگایا گیا۔ ہم کوشش کرتے رہے۔ مدت کی بات ہے تو ہم نے تخمینہ لگایا تھا کہ ایک لاکھ پچیس ہزار منازل جو ہیں وہ اس پہلے عرش کی موٹائی میں ہیں اتنے اتنے فاصلے کی۔ دوسرے اور پہلے عرش کے درمیان خلا ہے اور وہ خلا پہلے عرش کی موٹائی سے زیادہ ہے۔ دوسرے عرش کی موٹائی اس خلا سے زیادہ ہے اسی طرح ہر حصے کے بعد خلا ہے جو پہلے کی موٹائی سے زیادہ فاصلہ رکھتا ہے اور اس کے بعد اگلا حصہ ہے یا اگلا عرش ہے جو اس خلا سے بھی زیادہ فاصلہ رکھتا ہے۔ تو اس طرح سے نو عرش ہیں یا عرش عظیم کے نو حصے ہیں۔ جہاں جا کر نویں عرش کی چھت ہوتی ہے جہاں وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے آگے مخلوق کی رسائی نہیں ہوتی۔ دائرہ تخلیق اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ اس سے آگے جو فاصلہ چلتا ہے اسے عالم امر یا عالم حیرت کہتے ہیں اور روح انسانی کا اصل وطن عالم امر ہے۔ اب آپ اندازہ فرمایئے کہ کن عظمتوں کو کہاں اس مشت غبار میں سمو دیا رب جلیل نے۔ یہ اس کی صنعت ہے کہ کتنے فاصلے مٹا کر اسے یہاں پہنچایا۔

اب یہ ہوتا ہے کہ یہ مشت غبار دنیا میں جو کچھ کرتا ہے اس کی تعمیر ان عظمتوں میں جا کر ہوتی ہے۔ اس کے اثرات صرف یہاں مرتب نہیں ہوتے وہاں تک ہوتے ہیں اور اگر خدانخواستہ اس کا رخ بدل جائے تو جتنی بلندی ہے پھر وہ اتنی گہرائی میں چلا جاتا ہے۔ اگر وہاں سے رشتہ ٹوٹ جائے یا وہاں سے یہ گرے تو پھر یہ تب جا کر رکتا ہے جب زمین سے اتنا ہی نیچے۔ **ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ**۔ پھر ہر چیز سے تمام گہرائیوں سے زیادہ گہرائی میں یہ چلا جاتا ہے۔

اب یہ جو رشتہ ہے اس کا کہ زمین پر رہتے بستے ہوئے یہ اپنے اس رشتے کو قائم رکھے جو اس کا عالم امر سے ہے۔ اس کے لئے آپ جو سپورٹ کہہ لیں' سبب کہہ لیں' ذریعہ کہہ لیں' واسطہ کہہ لیں۔ وہ ذریعہ واسطہ ہے نبوت و رسالت کا نور۔

اگر تو اسے ایمان بالرسالت نصیب ہوا تو اس کا وہ رشتہ استوار ہو گیا۔

صورتش برخاک و جاں در لا مکاں
لا مکان فوق گمان سالکاں

پھر تو اس کا وہ رشتہ برقرار ہو گیا اب اسے عمل کرنا ہے زمین پر رہتے ہوئے لیکن اس عمل نے متاثر کرنا ہے عالم امر کو تو اس کی ذاتی نگاہ تو اتنی وسیع نہیں کہ وہاں دیکھ سکے لیکن نور نبوت سے یہ وہاں دیکھ سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اتباع رسالت کی سختی سے تاکید ہے اللہ کی طرف سے۔ کہ نبی ہی وہ ہستی ہے جو افعال کی تعین کر سکتی ہے کہ کس کام کو کس ڈھنگ سے کیا جائے تاکہ وہاں بہتر نتائج مرتب ہوں اگر کام صرف دنیا کا ہو تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے لیکن کام صرف دنیا کا نہیں کام کا اثر صرف دنیا پر نہیں ہے ہمارے عمل کا اثر۔ مثلاً" ہم کھانا کھاتے ہیں صرف کھانا کھانے کے پیچھے ایک پورا فنکشن ہے کہ مزدوری پر جاؤ' پیسہ کماؤ' اس سے غلہ خریدو' اس سے آٹا بناؤ' اس سے روٹی بناؤ۔ پورا پراسس (طریق کار) ہے اس کے پیچھے۔ اب یہ پورا پراسس اس طرح کیا جائے کہ کام دنیا کا بھی صحیح طریقے سے ہو۔ اس کا جو اثر عالم بالا میں مرتب ہو رہا ہے وہ بھی بہتر ہو اور وہاں رشتہ اور مضبوط ہو تعلق ٹوٹ نہ جائے۔ اس کے لئے بصیرت اور نور بصیرت اور نور نبوت کی ضرورت ہے۔

اب خدانخواستہ کسی کو نبی پر ایمان کی توفیق نصیب نہیں ہوئی تو اس کا یہ رشتہ برقرار نہیں رہے گا یہ فوراً" الٹ جاتا ہے۔ پھر دنیا کے کام بھی وہ ڈھنگ سے نہیں کر پاتا اور اگر کوئی کام اتفاقاً" اسی طریقے سے کرے جس طریقے سے اللہ کے رسول نے حکم دیا ہے تو اس کا فائدہ بھی اسے صرف دنیا میں ہوتا ہے۔ آخرت میں کچھ نہیں ہو گا کیونکہ اس طرف سے اس کا رشتہ کٹا ہوا ہے۔

یہ جو ارشاد ہوتا ہے نا کہ کافر اگر اتفاقاً" کوئی نیک کام بھی کرتے ہیں تو قیامت کو کچھ نہیں دیکھ سکیں گے ہاں وہ نیکی ضائع نہیں جاتی۔ دنیا میں ہی اس کا اجر لوٹا دیا جاتا ہے اس لئے کہ اس طرف سے اس کا رشتہ کٹ چکا ہوتا ہے۔

تو اب دو باتوں کی ضرورت ہوئی سب سے پہلی اور سب سے اہم بات یہ ہوئی کہ ہمارا وہ تعلق یا رشتہ جو عالم امر سے ہے۔ وہ قائم رہے۔ دوسری ضرورت یہ ہے کہ ہم زندگی اس طرح سے بسر کریں کہ اس رشتے پر کوئی زد نہ پڑے بلکہ اس میں ترقی ہو۔ ہر کام سے ہمارا سونا جاگنا' ہمارا سفر کرنا یا گھر پہ رہنا' ہمارا مزدوری کرنا' کھانا پینا ہمارے تعلقات دوست احباب' بیوی بچے' والدین کے ساتھ یا کسی سے صلح یا جنگ۔ پورا لائحہ عمل جو زندگی میں ہم جس سے گزرتے ہیں وہ اس ترتیب سے ہو کہ ہر ترکت جو ہے وہ اس تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرتی چلی جائے اور منازل بالا میں ہم اوپر ہی اوپر اٹھتے چلے جائیں لیکن اس کا درجہ دوسرا ہے۔

پہلا درجہ اس کا ہے کہ ہم اس تعلق کو قائم رکھیں۔ خدانخواستہ سرے سے تعلق ہی کٹ گیا تو اس میں ترقی کیا ہو گی۔ ایک آدمی مرجاتا ہے تو آپ اس کو صحت افزا مقام پر لے جانے کے لئے کیا کریں گے' آپ اس کو اچھی غذا دے کر یا اچھا لباس پہنا کر کیا کریں گے۔ جب سرے سے وہ مر ہی چکا ہے پھر خدانخواستہ وہ رشتہ ہی ٹوٹ جائے تو سوچ مردہ ہو جاتی ہے' ضمیر مر جاتا ہے اور نرا حیوان رہ جاتا ہے انسان کی صورت میں۔ اس کی سوچ صرف اور صرف دنیوی لذات تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ صرف ان خواہشات تک جن تک ایک درندہ ایک پرندہ اور ہر حیوان اپنی حیثیت کے مطابق سوچ سکتا ہے انسانیت اس سے اٹھ جاتی ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے۔

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَام۔ جو لوگ اس طرف سے منقطع ہو چکے ہیں۔ چوپاؤں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں' کھانا پینا' بچے دینا' مر جانا یہ ان کی زندگی رہ جاتی ہے۔ تو سب سے پہلا نازک کام یہ ہے کہ وہ رشتہ برقرار رہے۔ اب اس رشتے کا مدار ہے نور نبوت پر اور ایمان بالرسالت پر۔ تو اللہ کریم متنبہ فرماتے ہیں۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بات کرنے میں بھی وہ بے تکلفی نہ برتو جو تم آپس میں برت لیتے ہو۔ اب یہ فطری بات ہے انسان کا مزاج بڑا عجیب ہے اسے جہاں سے جتنا زیادہ نفع حاصل ہونے کی توقع ہو یہ وہاں اتنی زیادہ محبتیں نچھاور کرتا ہے۔ کہیں کسی کے جمال پر فریفتہ ہو کر' کسی کے کمال پر فریفتہ ہو کر' کہیں کسی کے وصف کو لے کر' کہیں کسی کی کسی خوبی کو لے کر اور جہاں سے اسے نقصان کا اندیشہ ہو وہاں فوراً" نفرت عود کر آتی ہے۔ یہ متنفر ہو جاتا ہے یہ مزاج ہے انسان کا اور سب سے زیادہ فوائد اسے حاصل ہوتے ہیں نور نبوت سے۔ اس کا اصل سے رشتہ جڑتا ہے۔ اسے انسانیت عطا ہوتی ہے' اسے انسانی حیات عطا ہوتی ہے۔ نور نبوت سے وہ کسی نے کہا تھا نا۔

زندگی آپ کی عنایت ہے صلی اللہ علیہ وسلم
زندگی آپ کی عنایت ہے ورنہ ہم لوگ مر گئے ہوتے

جس آدمی کا رشتہ اس طرف سے کٹ جائے اللہ کریم اسے مردوں میں شمار فرماتے ہیں اور واقعی انسانی زندگی کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ حیوانی زندگی گو باقی رہے یعنی کھاتا پیتا رہے' چلتا پھرتا رہے' اولاد ہوتی رہے۔ اس میں سے انسانیت عنقا ہو جاتی ہے۔ انسانی زندگی سے محروم ہو جاتا ہے تو جب زندگی جیسی نعمت انسانیت جیسی عظمت حاصل ہوتی ہے نور ایمان سے' تعلق بالرسالت سے۔ تو پھر سب سے زیادہ ٹوٹ کر محبت یہ کرتا ہے اللہ کے نبی اور اللہ کے رسول سے۔ ساری محبتیں لوٹا دیتا ہے وہاں اور محبت عموماً" بے تکلف ہوا کرتی ہے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کسی کے ساتھ تعلقات پیدا ہوں تو آدمی باتیں احتیاط سے کرتا ہے جوں جوں آدمی قریب ہوتا جائے تو وہ بات کرنے کا انداز بدلتا جاتا ہے حتیٰ کہ محبت کا نام ہی لوگوں نے بے تکلفی رکھ دیا ہے کہ جب کسی کے ساتھ دوستی کا رشتہ مضبوط ہو جائے۔ آدمی بات کرنے میں کوئی تکلف نہیں برتتا اور آپ سے تم اور تو پر آ جاتا ہے لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

شاعر سے معذرت کے ساتھ اس میں میں نے تھوڑا سا تصرف کر دیا ہے۔

نفس گم کردہ می آید ابوبکر و عمر ایں جا

انہوں نے کہا تھا کہ جنید و بایزید اینجا۔ لیکن حضرت جنید' حضرت بایزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہما ہم نے تو ان کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں لیکن جب اس دربار پر نگاہ پڑتی ہے تو وہاں ان کی بھی کوئی حقیقت نظر نہیں آتی وہاں تو

نفس گم کردہ می آید ابوبکر و عمر ایں جا

کا سماں ہے۔ وہاں تو ہزاروں فرشتے روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ صرف قبر اطہر کی زیارت کے لئے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت تک دوسری دفعہ انہیں باری نہیں ملے گی۔ ستر ہزار کے الفاظ ملتے ہیں کہ ستر ہزار فرشتہ روزانہ حاضری دیتا ہے اور ستر کا لفظ عربی میں کثرت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ ستر ہزار سے ہزاروں گنا زیادہ ہوں گے لیکن ان کی کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے زیادہ کہہ دیا جاتا ہے۔ شاید لاکھوں ہوں' روزانہ جن کو باری نصیب ہوتی ہے آتے ہیں اور اپنے پروں سے روضہ اطہر کو' قبر اطہر کو مس کرتے ہیں اور برکت حاصل کر کے چلے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے قیامت تک دوسری دفعہ آنا نصیب نہیں ہو گا۔ اتنی مخلوق ہے اللہ کی جو اسی طرح مسلسل چلتی ہے۔ لیکن کوئی آہٹ پیدا نہیں کرتے' کوئی دم اونچا نہیں لیتے۔

تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ دنیا اور روئے زمین پر یہ ایک مقام اتنا نازک ہے کہ یہاں محبت کو بھی بے تکلف ہونے کی اجازت نہیں' یعنی ساری محبتیں لٹا دو اس دروازے پر لیکن کبھی بے تکلف ہونے کی جرات نہ کرو۔ محبت میں' عشق میں' جنون میں' آداب کہاں۔ کمال محبت اور انتہائے محبت کو جنون کہتے ہیں کیوں جس طرح مجنون آدمی نفع و نقصان کی پرواہ نہیں کرتا۔ انتہائے محبت یہ ہوتی کہ محبوب کے ساتھ نفع و نقصان نہیں دیکھے جاتے محبت نبھائی جاتی ہے' نفع و نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں کہ سارے جہاں میں اگر کسی کو مقام محبوبیت حاصل ہے تو ہو' آپ اس سے بے تکلفی برتیں تو برتیں لیکن یہ محبوب صرف تمہارا محبوب نہیں ہے یہ خدا کا بھی محبوب ہے۔ یہاں کے آداب اپنی انفرادی حیثیت رکھتے ہیں اور یہاں عشق و محبت بھی اونچا دم نہیں لے سکتے۔ **لا تجعلوا دعا الرسول بینکم بعضا**۔ نبی کی بات جب آپس میں بھی کرو تو اس بے تکلفی سے نہ کرو جیسے ایک دوسرے کی بات کر لیتے ہو۔ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرنے میں ادب ملحوظ خاطر رہے بلکہ حضور کی بات ہو اور آپ آپس میں کر رہے ہوں تو ذرا ادب سے' دھیمے لہجے سے' سنبھل کر بات کرو۔ کہیں کوئی ایک لفظ ہی تعلقات کو منقطع نہ کر دے اور ساری زندگی کی محنتیں اکارت چلی جائیں۔

سید انور شاہ کشمیریؒ نے عجیب بات لکھی ہے اور کئی علماء کے ساتھ میری اس موضوع پر بات بھی ہوئی ہے' کئی دوست کہتے ہیں یار یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تو میں عرض کرتا ہوں ہم تو سمجھ چکے ہیں آپ بھی تھوڑا وقت لگائیں سمجھنے کے لئے یہ محض کتابوں سے سمجھ نہیں آئے گی۔ انہوں نے بڑی عجیب بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی شخص کوئی لفظ استعمال کرتا ہے اور وہ لفظ ایسا ہے جس سے توہین کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ ذو معنی لفظ ہے۔ عام زبان میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اب سننے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ہتک کے معنی میں استعمال کیا ہے حالانکہ اس کا ارادہ ہتک کے معنی میں استعمال کرنے کا نہیں ہے لیکن سامع پر سننے والے پر جو اثر مرتب ہوا یہ سمجھتا ہے کہ یہ گستاخی کے انداز میں استعمال کر رہا ہے تو شاہ صاحب افکار الملحدین میں لکھتے ہیں کہ وہ لفظ استعمال کرنے والا فی الفور کافر ہو جاتا ہے۔

تو پچھلے دنوں میں بھی بات ہو رہی تھی۔ غالباً" میں نے کسی تقریر میں یہ بات کہہ دی۔ تو ہمارے ایک فاضل دوست ہیں۔ خدا نے انہیں وسیع علم دیا ہے۔ تو اس بات پر کافی دیر میرے ساتھ بات کرتے رہے۔ یہ عجیب بات ہے جب اس کا ارادہ نہیں ہے تو شاہ صاحب نے یہ فتویٰ کیوں دے دیا۔ تو مختصرا" میں نے انہیں سمجھایا کہ اتفاقا" گولی چل جانے سے بھی سامنے اگر کسی کی موت واقع ہو جائے تو آدمی بے گناہ قرار نہیں پاتا وہ بے شک کہتا رہے میں نے ارادے سے نہیں چلائی لیکن گولی تو چلی آدمی تو مر گیا۔

دنیا میں آپ اسی قانون کو سمجھ رہے ہیں۔ تعلقات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ نہیں سمجھتے اس کو اور پھر ہوتا یہ ہے کہ جب تعلق ایک دفعہ کٹ جاتا ہے دوبارہ جوڑا جائے۔ اول تو وہ بارگاہ اتنی نازک ہے کہ کٹ جائے تو پھر جڑنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن جڑ بھی جائے آدمی تضرع و زاری کرتا رہے توبہ و استغفار کرتا رہے۔ جڑ بھی جائے تو وہ بات نہیں بنتی جو نئے اور کورے تعلق میں ہوتی ہے۔

رشتہ الفت کو ظالم یوں نہ بے دردی سے توڑ
جڑ تو پھر بھی جائے گا لیکن گرہ رہ جائے گی
وہ بات نہیں بنتی۔

اور اس کے شواہد دوسری جگہ بھی ملتے ہیں۔ ایک قاعدہ تھا عربوں کا۔ جیسے میں عرض کر رہا ہوں اور کوئی شخص بات دہروانا چاہے تو وہ کہہ دیتے تھے۔ "راعنا" کہ یہ ہمارے ساتھ رعایت برتیے' بات دہرا دیجئے ہم سمجھ نہیں سکے۔ منافقین نے ایک رویہ اپنایا کہ بعض اوقات بارگاہ نبوی میں

کوئی منافق اس لفظ کا آسرا لے کر راعینا تھوڑا سا زبان کو دبا کر راعنا کہہ دیتا۔ تو راعی کہتے ہیں گڈریئے اور چرواہے کو۔ تو اسی کا مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی پر طنز کرنا ہوتا تھا کہ معاذ اللہ ایک گڈریا جو ہے وہ نبوت کا دعویٰ کئے بیٹھا ہے۔ اب خدا تو دلوں کے بھید جانتا ہے اور **مخلصین** صحابہ جو تھے دنیا میں اگر کسی نے کسی سے محبت کی ہے تو صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اللہ کے نبی سے محبت کی ہے اس کا مقابلہ اگر ساری کائنات کی محبتیں جمع کر لو تو بھی نہیں کیا جا سکتا۔

تو جب انہیں اتنی محبت تھی وہ تو بڑے خلوص سے اور ایک مروجہ لفظ کو استعمال کرتے تھے۔ اللہ نے فرما دیا۔ **لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا۔** تین حکم دے دیئے۔ ایک اس لفظ کے لئے تین **صیغے** امر کے نازل فرمائے ہیں۔ چند جملوں میں ایک جملے میں **لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔** خبردار کبھی زندگی بھر میرے نبی کو راعنا مت کہو۔ حالانکہ وہ تو خلوص سے کہتے تھے۔ بددیانتی تو منافقین کے دلوں میں ہوتی تھی لیکن فرمایا جس لفظ سے کوئی شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی توہین کرنا چاہتا ہے تم وہ لفظ خالص بھی ہو اور تم خلوص سے بھی کہہ رہے ہو تم وہ لفظ مت استعمال کرو۔ **قولوا انظرنا۔** اس کی جگہ دوسرا لفظ تعلیم فرمایا کہ اگر ضرورت ہی پیش آ جائے تو کہو **اُنْظُرْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ** راعنا مت کہو۔

اور اصل بات یہ ہے **وَاسْمَعُوْا۔** خبردار تم کہتے ہی کیوں ہو نبی کی بات ہو اور تم دوبارہ پوچھو' دہرا دیجئے' غور سے سنو یہ نوبت ہی نہ آئے کہ تم دہرانے کے لئے عرض کرو۔

بڑے بڑے عجیب لوگ تھے ایسے ایسے کہ جو صرف اور صرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں نظر آتے ہیں۔ دنیا میں روئے زمین پر چشم فلک نے ان جیسا انسان نہ ان سے پہلے دیکھا نہ ان کے بعد دیکھے گی۔ پوری انسانیت کا نچوڑ انسانی عظمتوں کا خلاصہ اور ساری انسانی بلندیوں کا مرکز جو تھا وہ تھا صحابہ کرام کی ذوات مقدسہ۔ خدام نبی رحمت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سفر میں' حضر میں' ہجرت میں' جہاد میں' قربانیوں میں' ایثار میں کہیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ خلوص میں' فتوح میں' دیانت میں' امانت میں' کہیں کسی جگہ ان کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ جنہوں نے گھر لٹا دیئے' وہ جنہوں نے اولادیں ذبح کروا دیں' وہ جن کے جسموں کے پرخچے اڑ گئے اور ایسے عجیب لوگ۔

علامہ ابن کثیر ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ میدان حشر بپا ہو گا' لوگ اٹھیں گے' فرشتے کھینچ کھینچ کر بارگاہ صمدیت کی طرف لے جائیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں کوئی ایک گروہ ایسا ہو گا جو اٹھیں گے تو ہر کوئی اس حال میں اٹھے گا جس حال میں مرے گا۔ تو وہ جو مسافتوں میں' جو سفر میں' جو دور نزدیک جہاد میں شہید ہو گئے۔ کفار نے ظلماً" قتل کر دیئے اور کٹے پھٹے سینوں کے ساتھ کسی کے ہاتھ میں تلوار' کسی کے ہاتھ میں نیزہ' کسی کی زرہ ٹوٹی ہوئی' کسی کے سر پر خود ہے' کسی کے نہیں ہے۔ جس حال میں میدان جنگ میں شہید ہوئے تھے اس حال میں اٹھیں گے تو بجائے اس کے کہ وہ میدان حشر میں **محاسبے** کے لئے جمع ہوں وہ سیدھے جنت کے دروازے پر پہنچ جائیں گے اور جنت میدان حشر میں قریب ہو گا۔ **وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ غَیْرَ بَعِیْدٍ۔** دوزخ بھی قریب ہو گا۔ **بُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی۔** دوزخ کو بھی کھینچ کر لایا جائے گا۔ کہ جو نہیں مانتے تھے وہ دیکھ لیں۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ غَیْرَ بَعِیْدٍ اور جنت بھی سنواری ستھری ہوئی کھڑی ہو گی قریب۔ تو وہ سیدھے جنت کے دروازے پر جا پہنچیں گے اور دروازہ کھٹکھٹائیں گے دروازہ کھولو۔ تو جنت کے چوکیدار رضوان یا ذمہ دار فرشتہ ہے وہ عرض کرے گا کہ حضور ابھی تو حساب باقی ہے۔ لوگ ابھی ابھی اٹھے ہیں اور خلق خدا کو اللہ کے روبرو پیش ہونا ہے وہاں حساب ہو گا اسی کے بعد فیصلہ ہو گا۔

اور اس کے بعد مجھے حکم ہو گا کہ دروازہ کھول دوں۔

کن لوگوں کے لئے کھولوں اور کن کو اس طرف آنا ہے تو آپ از راہ کرم اپنے حساب کے لئے تشریف لے جائیں۔ تو حدیث شریف میں آتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی۔ فرمایا وہ میرے دیوانے اللہ کریم سے مخاطب ہو جائیں گے۔ کہیں گے خدایا تیرے احسانات کی حد نہیں۔ تو نے ہمیں مال دیئے' اولادیں دیں' گھر دیئے' وجود دیئے' جان دی' زندگی دی لیکن خدایا کون سی چیز ہے جو ہم نے تیرے نبی کے قدموں پر نچھاور نہیں کر دی۔ ہم کیا ساتھ لے کر آئے دنیا سے یہ کٹے پھٹے جسم اور یہ چھلنی سینے اب ان کا خدایا کیا حساب ہو گا کس کا حساب دیں گے ہم نے کیا بچایا تھا دنیا کا جس کا ہم حساب دیں گے۔ تو حضور فرماتے ہیں ارشاد ہو گا رضوان کو کہ جنت کے سارے دروازے کھول دو اور مت پوچھو یہ کس دروازے سے داخل ہونا چاہتے ہیں۔

اس پائے کے لوگوں کو ارشاد ہوتا ہے۔ لوگ اس مقام ان عظمتوں کے امین ہیں۔ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما سے لے کر عثمانؓ و حیدرؓ تک اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت سلمان فارسیؓ تک سارے ہی لوگ موجود ہیں۔

اللہ فرماتا ہے۔ **لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ**۔ میرے نبی کی آواز سے آواز اونچی نہ ہونے دینا۔ اگر یہ ہوا۔ **اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ**۔ ساری قربانیاں تمہاری کر واپس کر دوں گا۔ منہ پر دے ماروں گا کوئی سجدہ' کوئی عبادت' کوئی جہاد' کوئی ہجرت میں قبول نہیں کروں گا۔ اگر تمہاری آواز میری نبی کی آواز سے اونچی ہوئی تو میں اور آپ کس شمار قطار میں ہیں۔

وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ تمہیں خبر بھی نہ ہو گی لیکن محققین نے اس کا مفہوم دوسرا دیا ہے۔ فرماتے ہیں اگرچہ آواز بلند کرنے کی تمہیں خبر بھی نہ ہو اعمال ضبط ہو جائیں گے۔ ایک تو معنی بنتا ہے نا کہ تمہاری تمام نیکیاں ضائع ہو جائیں گی اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا لیکن وہ **انتم لا تشعرون** کا معطوف جو ہے **لا ترفعوا**۔ کو بناتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اس کا عطف اس پر ہے کہ اگر غیر شعوری طور پر بھی تم نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شور بلند کیا تو تمہاری نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔

تو سب سے پہلی بنیاد ہے ادب و احترام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا یہاں بے تکلفیاں مت برتو۔

اکثر دوست یہ جو صلوۃ و سلام پڑھتے ہیں لاؤڈ سپیکروں پر تو میں انہیں سمجھانے کی کوشش کیا کرتا ہوں کہ یار جواز عدم جواز کو چھوڑو یہ بات مزہ نہیں دیتی۔ اب میں آپ کو آپ مجھ کو اسلام علیکم کہیں تو اس کے لئے لاؤڈ سپیکر پر چلانے کی کیا ضرورت ہے اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ تمہارا صلوۃ والسلام رب العلمین بارگاہ نبوت میں پیش کر دیں گے' پہنچا دیں گے تو نہایت سکون سے نہایت لطف سے مزے لے لے کر پڑھو۔ اصل تو یہ حق ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنی راتیں' اپنی جوانیاں مشقت کی نذر کر دیں اور اپنی روح کو وہ جیسے ٹوٹی پھوٹی بھی تھی اسے گھسیٹ کر نبی کریم کے قدموں میں جا پھینکا۔ مزہ تو تب ہے سلام پڑھنے کا۔ لیکن اگر اتنی جرات نہیں رکھتے تو کم از کم اس کا ایک ادب' ایک احترام' ایک وقار تو باقی رہنے دو۔ اسے محض گانا نہ بناؤ۔ دوسری بحث کو چھوڑ ہی دیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون کہتا ہے کون نہیں کہتا۔ کہنے کا کیا طریقہ ہے کیا نہیں ہے۔ میاں جائز بھی ہے اور ناجائز بھی ہے کسی کے لئے جائز ہے کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ ہر ایک کے لئے اپنا مسئلہ ہوتا ہے۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہے۔ ہر ایک کا اپنا درجہ ہے اس بحث کو چھوڑ دیں۔ لیکن یار بات کرنے کا انداز تو ہو۔

اللہ کریم فرماتے ہیں بے تکلفیاں مت برتو بے فکر نہ ہو جاؤ۔ بات کرتے ہوئے کم از کم تعلقات کو مدنظر رکھو یہ یاد رکھو تم محتاج ہو لینے والے ہو اور حضور تقسیم فرمانے والے ہیں۔ **اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُؤْتِي**۔ عطا تو اللہ کرتا

ہے حضور فرماتے ہیں "بانٹتا میں ہوں۔"

تو سب پہلی انسانی ضرورت ہے کہ اپنے اس مقام کو جو عالم امر سے اللہ نے اس کو متعلق کر دیا ہے اسے قائم رکھے اور پھر اس میں مزید ترقی اور قوت پیدا کرے تو قائم رہے گا ادب و احترام نبوی علیہ الصلوۃ والسلام سے اور کبھی ہو گا اتباع رسالت و نبوت سے۔ تو یہاں ارشاد ہوتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہو آپس میں کرتے ہوئے بھی جرات دکھانے کی کوشش نہ کرنا، بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ ادب و احترام سے کرو اور خدا خوب جانتا ہے جو اس معاملے میں احتیاطیں نہیں کرتے۔ مت بھولو کہ تم کسی گوشے میں، زیر زمین، کسی تنہائی میں بھی اگر کچھ کرو گے تو اس کا اثر مرتب ہو کر رہے گا۔ جو اس زندگی پر اس عالم میں ہو رہا ہے اور جو لوگ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے اس کی مخالفت کرتے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ۔ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے یا اس حکم کی مخالفت کا خدا فرماتا ہے۔ انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کب ان پر آسمان پھٹ پڑے گا یا زمین کا سینہ شق ہو جائے گا۔

اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ کب وہ کسی آزمائش میں مبتلا کر دیئے جائیں اور شاید عمل، تو عمل ایمان بھی کھو بیٹھیں کب ان پر اللہ کی طرف سے کوئی عذاب آ جائے، کوئی گرفت آ جائے۔

ارے بات کرنے میں بھی ادب ملحوظ رکھو۔ کجا یہ کہ کام کرنے میں بھی۔ جب سنت کی پرواہ نہیں کرے گا کوئی شخص تو اس کا کیا حال ہو گا۔ جب بات کرنے میں مجال دم زدن نہیں ہے تو عملی زندگی میں جب مسلمان نے پوری سنت کو، پوری اسلامی زندگی کو پس پشت ڈال دیا ہے اللہ کا غضب کہ جو مسلمان اٹھتا ہے وہ کسی نہ کسی طاغوتی طاقت کو اپنا محور بنا لیتا ہے نگاہ کا اور اپنا مقصد اور اپنی منزل بنا لیتا ہے اور اس جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے۔

مسلمانو! نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام بننے کی کوشش کرو۔ تمہارے اٹھنے بیٹھنے میں، تمہارے بولنے چالنے میں، تمہارے مرنے جینے میں ایک انداز ہو، جو یہ بتا رہا ہو کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہے۔

اور فرمایا اگر بے تکلفیاں کرو گے، بے احتیاطیاں کرو گے تو اسی بات سے ہر آن ڈرتے رہو کہ کہیں تمہیں زمین نگل لے یا آسمان پھٹ پڑے۔ کوئی ایسی مصیبت نازل ہو جو اعمال کیا ایمان کا بھی خاتمہ کر دے۔

اور یاد رکھو اگر تم حضور کی اطاعت چھوڑ کر اور بھاگ دوڑ کر ساری دنیا اور اسی کی دولت سمیٹ لو گے تو یہ تمہارے باپ کی نہیں ہے کہ تم اس کو قابو کر لو۔

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ کان کھول کر سن لو اللہ کہتا ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے یہ میرا ہے تمہارا یا تمہارے باپ کا نہیں ہے۔ تم بھاگ دوڑ کر چھین کر جمع نہیں کر سکتے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ اربوں روپے دے کر کھانے پر مہر لگا دیتا ہے کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ ایسا قادر ہے کہ گھر میں ڈھیروں روپے پڑے ہوتے ہیں اور ڈاکٹر کہہ دیتا ہے کہ تم صرف دو چمچے یخنی کے لے سکتے ہو تم کچھ نہیں کھا سکتے۔

ایک دفعہ ہمارا جو کوئٹہ میں آرمی کا سٹاف کالج ہے۔ یہاں ایڈرس کیا تھا اس نے فورڈ کمپنی کے مالک نے امریکہ سے آیا ہوا تھا۔ تو فورڈ کمپنی میں غالباً فی منٹ کئی ہزار موٹریں صرف کاریں کاریں بنتی ہیں۔ ان کے بننے کی جو تعداد اوسط ہے وہ فی منٹ کئی ہزار ہے باقی جو مشینری بنتی ہے اس کا بھی اسی طرح اندازہ ہو گا۔ تو اتنی بڑی دولت کا مالک تو اس نے کہا۔ دیکھیں خدا ایسا قادر ہے میں اربوں روپے کا مالک ہوں حکومت مجھ سے قرض لیتی ہے لیکن میرے دو وقت کی غذا ابلے ہوئے چنوں کا پانی ہے۔ اس کے علاوہ میں کوئی چیز نہیں کھا سکتا۔ وہ دولت اس کی نہیں اس ذات کی ہے۔

اللہ کریم فرماتا ہے اگر تم میرے نبی کی اطاعت کو چھوڑو گے تو اس لئے چھوڑو گے نا کہ بھاگ دوڑ کر زیادہ دولت اکٹھی کر لیں۔ تو فرماتا ہے یہ دنیا' یہ دنیا کی دولت تمہاری یا تمہارے باپ کی نہیں ہے۔

الا ان للہ ما فی السموت والارض۔ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ رب کریم فرماتا ہے۔ وہ میری اکیلی ملکیت ہے ذاتی میرا ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ صرف تمہیں تو یہی ظاہر کرنا ہے تم کیا کردار ادا کرتے ہو اور اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔ اللہ جانتا ہے اور یاد رکھو۔

وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ تم لوٹ کر میری بارگاہ میں آؤ گے جب تم لوٹ کر اس کے حضور پیش کئے جاؤ گے۔ **فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا۔** یہ وقت بھی یاد رکھو انبیاء و رسل بھی ہوں گے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہوں گے' اللہ کی بارگاہ ہو گی اور تمہارے اعمال گن گن کر تمہیں بتائے جائیں گے یہ نہ سمجھو جو تم پس دیوار کرتے ہو اسے کوئی نہیں دیکھے گا۔ آج اگر دس آدمیوں کی آنکھیں نہیں بھی دیکھیں گی تو اس دن ساری اولاد آدم دیکھ رہی ہو گی۔ آج تو تم دس آنکھوں سے' دس انسانوں سے اپنے آپ کو پس دیوار لے جا سکتے ہو لیکن میدان حشر میں انبیاء و رسل سے لے کر فرشتوں تک' مومنوں سے لے کر کافروں تک تمہاری رسوائی کا تماشا کریں گے اگر تم نے آج احتیاط نہ کی۔

واللہ بکل شی علیم۔ اور اللہ تو ہر چیز سے واقف ہے۔ اس سے تو تم چھپ ہی نہیں سکتے ہو اگر چھپتے ہو' اگر تمہارا کردار ایسا ہے تم خود لوگوں سے چھپ کر کام کرتے ہو' تو وہ وقت یاد کرو جب ساری خدائی کے حضور تمہارا محاسبہ ہو گا۔ پھر کس کس سے چھپو گے۔

تو فرمایا بہت زیادہ احتیاط کرو اپنے تعلقات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ استوار رکھنے میں اور بہت زیادہ احتیاط کرو ان تعلقات پر منافع کمانے میں۔ اگر یہ دو کام تم نے کر لئے تو تم نے اللہ کی نعمتوں اور راحتوں کو اور اس کی رضا کو پا لیا اور اگر دنیا میں یہی نہ کر سکے تو پھر تم نے کیا کیا' کس بات پر فخر کرو گے اور کیا لے کر جاؤ گے اپنے ساتھ۔

المرشد کے بدل اشتراک میں تبدیلی

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵	۳۰۰

غیر ملکی

	سالانہ	تاحیات
سری لنکا - بھارت - بنگلہ دیش	۵۰۰ روپے	۴۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۱۵۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۳۰۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۴۵ امریکن ڈالر	۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۵۰ امریکن ڈالر	۳۵۰ امریکن ڈالر

خریدار توجہ فرمائیں

موجودہ المرشد کا شمارہ ماہ اگست اور ستمبر اکھٹا شائع کیا جا رہا ہے۔ خریدار نوٹ فرمالیں۔

خالی دل

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ ط قُلْ إِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ○ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ○

اللہ جل شانہ نے سورۃ الرعد کی ان آیات مبارکہ میں بہت بڑا راز آشکار فرمایا ہے۔ اللہ کی اس کائنات میں بظاہر نظر آنے والی چھوٹی چھوٹی باتیں، چھوٹی چھوٹی چیزیں بہت بڑے بڑے رازوں کی امین ہوتی ہیں۔ جنہیں ہم چلتے پھرتے نوٹ نہیں کرتے، خیال نہیں کرتے اور ایک عام سی شے سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں جبکہ اس کے پیچھے کوئی بہت بڑا خزانہ چھپا ہوتا ہے۔ یہاں رب جلیل نے عجیب بات ارشاد فرمائی ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لڑکپن، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوانی قبل بعثت بھی ایسی مثالی تھی کہ اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبل نبوت کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔

والعمرک۔ "تیری زندگی کی قسم" قسم سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے وہ اس بات پہ بطور گواہ لایا جاتا ہے جس بات کو قسم سے ثابت کرنا ہے۔ اسی لئے بندے کے لئے حکم ہے کہ بندہ اللہ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائے اور اللہ کریم نے کہیں فجر کی، کہیں عصر کی قسم کھائی ہے۔ مختلف اوقات میں جو قرآن حکیم میں قسمیں موجود ہیں تو ان سے مراد یہی ہے کہ رب کریم نے جو کچھ فرمایا اس پر اس چیز کو بطور گواہ پیش کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اتنی خوبصورت تھی اور اتنا گھٹیا، اتنا کافرانہ، اتنا ظالمانہ اور اتنا رذیل معاشرہ تھا کہ تاریخ انسانی میں بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت روئے زمین پر جس گہرائی اور ذلت سے انسانیت دوچار تھی۔ پوری انسانی تاریخ میں نہ اس سے پہلے وہ ملتی ہے اور نہ اس کے بعد ملتی ہے۔ اتنے رذیل اور گرے ہوئے معاشرے میں ایک بچہ یتیمی کی آغوش میں آنکھ کھول کر کمال جوانی تک پہنچتا ہے اور کتنی عجیب بات ہے کہ اس کا ہر کام مثالی ہوتی ہے، ہر کردار مثالی ہوتا ہے، ہر بات مثالی ہوتی ہے اور پورے چالیس برسوں پر کہیں کسی مخالف کو بھی انگلی رکھنے کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، اعتراض کرنے کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ کیا اتنی بڑی بات بجائے خود ایک معجزہ نہیں؟ پھر آپ پر چالیس برسوں کی عمر میں جب قرآن کا نزول شروع ہوتا ہے تو اس بچے نے جس نے یتیمی میں آنکھ کھولی، اس جوان نے جس نے

مزدوری میں عمر بتائی' اس جوان نے جس نے خانگی اور کاروباری امور تو سرانجام دیئے کسی مدرسے کا منہ نہ دیکھا' کسی عالم کی مجلس میں نہ گیا۔ کسی سے پڑھا نہ لکھا اس نے جب علم کا باب کھولا تو دنیا بھر کے مسائل کو زیر بحث لاتا چلا گیا اور ہر مسئلے کا حل ارشاد فرماتا چلا گیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ حقیقی حل ہے جو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جس بندے نے کسی استاد کا دروازہ نہیں دیکھا تھا۔ اس نے ساری انسانیت کو اپنا شاگرد بنا لیا اور اس کے شاگردوں میں ایسے ایسے کامل نمونے تیار ہوئے جن کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ کے اس بندے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گذشتہ تاریخی واقعات بیان فرمائے تو حق و صداقت کے ساتھ آئندہ کی پیشگوئیاں فرما دیں جو ایک ایک پوری ہوئی۔ زمانے بھر کے دساتیر' قوانین' بندے کا بندے سے تعلق' بندے کا رب سے تعلق' بندے کا معاملات میں حصہ' بندے کا سیاسیات میں حصہ' بندے کا حکومت اور انصاف میں حصہ ہر شے کو ارشاد فرماتا چلا گیا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ کسی فیصلے میں ترمیم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی اور تب سے اب تک چودہ سو سال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی فیصلہ پرانا نہیں ہوا' کوئی اصول فرسودہ نہیں ہوا' کوئی ارشاد ناقابل عمل ثابت نہیں ہوا۔ دنیا کے ہر ملک میں' ہر موسم میں' ہر قوم میں' ہر گروپ آف ایج
(Group of age) کے بندوں میں' اور ہر لیول کے علمی سطح کے بندوں میں ایک جاہل گڈریئے سے لے کر بڑے سے بڑا فاضل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پر برابر عمل کر سکتا ہے۔ پھر صرف یہی نہیں بندے کی ذات' اس میں اللہ کی عظمتیں اور پیدائش سے پہلے عالم امر کی باتیں پھر موت' موت کے بعد برزخ کی باتیں' میدان حشر کی باتیں اور زندگی کے انجام کی باتیں ارشاد فرمائیں۔ اس سے بڑا بھی کوئی معجزہ تھا؟ پھر صرف یہی نہیں انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے' بیت المقدس کے سفر میں راستے میں گزرنے والے قافلے کی خبر دی' کنکریوں نے کلمہ پڑھ کر آپ کی حقانیت پہ شہادت دی اور جانوروں سے باتیں کرنا ثابت ہوا۔ درختوں کا' پتھروں کا سلام پڑھنا ثابت ہوا۔ بے شمار حسی معجزات جن کو اس وقت فہرست میں نہیں لایا جا سکتا وہ بھی ان لوگوں کے سامنے تھے۔ پھر کہنے لگے' یہ سارا کچھ دیکھنے کے بعد فرمایا کافر کہتے ہیں لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ۔ "اگر یہ نبی سچا ہے تو اس پر کوئی معجزہ نازل کیوں نہیں ہوتا؟" یعنی یہ ساری چیزیں اس سارے معاشرے کے سامنے تھیں پھر یہ اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جناب کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا؟ یا جو میں کہتا ہوں وہ معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا؟ اللہ کریم فرماتے ہیں بات اصل یہ ہے آپ کہہ دیجئے إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ کہ اللہ جسے گمراہ کر دے اسے دلائل سے ہدایت نہیں ملتی۔ جب اللہ ہی کسی کو گمراہ کر دے تو کوئی معجزہ' کوئی دلیل' کوئی عصبی دلیل' کوئی عملی دلیل' کوئی نقلی دلیل' کوئی عقلی دلیل اسے ہدایت کے راستے پر نہیں لگا سکتی اور وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۔ اللہ صرف اس بندے کو راستہ دکھاتے ہیں جس کے اپنے دل میں ہدایت پانے کی تمنا پیدا ہو جائے۔ ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ مطالعہ پر نہیں ہے' وسعت علم پر نہیں ہے' کسی کی ذات کے کمالات دیکھنے پر منحصر نہیں ہے' وہ ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے' ہمارا علم ہے۔ اگر ہم کسی ذات میں کمالات دیکھتے ہیں یا نبی کے معجزات دیکھتے ہیں تو دراصل وہ ہمارا مطالعہ اور ہمارا علم ہی ہے! مشاہدہ ہی ہے۔ یہ علم ہی کی ایک قسم ہے۔ تو فرمایا بندے کے ذاتی کمالات اسے رب کا راستہ نہیں دکھا سکتے اس لئے کہ رب اس پر اپنا راستہ کھولتا ہی نہیں اور رب کس پر اپنا راستہ کھولتا ہے؟

فرمایا وہ کتنا گنہگار ہو' لیکن جب اس کے دل کی گہرائی میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ میں اللہ کی طرف راستہ تلاش کروں تو وہ گمراہ نہیں رہتا۔ یھدی الیہ من اناب جس کے دل میں یہ تڑپ سنجیدگی سے' خلوص سے پیدا ہو جائے

کہ مجھے اللہ کی راہ مل جائے' راہ ہدایت مل جائے۔ فرمایا اللہ اسے راہ ہدایت پر لگا دیتے ہیں' اس کے اسباب بنا دیتے ہیں' ایسے علوم' ایسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں' ایسی مجالس میں' ایسی محافل میں پہنچا دیتے ہیں جہاں اس کا کام بن جاتا ہے۔ لیکن اگر اس کے اپنے دل میں یہ انابت پیدا نہ ہو اور کوئی اسے وعظ کرے' کوئی اسے نصیحت کرے' کوئی اسے تقریر کر کے سنائے' کوئی اسے کرامت دکھائے یا کوئی اسے نبی کا معجزہ پڑھائے۔ فرمایا کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے سر کے اوپر سے گزر جاتا ہے اور وہ ایسے ہوتا ہے جیسے ہوا ہی کچھ نہیں۔ اب یہ انابت جو ہے' یہ دل کا فیصلہ جو ہے یہ کیسے ہو بھائی؟ دل کیسے اس بات کی آرزو کرے؟ دل تو دنیا کی رنگینیوں کی خواہش کرتا ہے' دل تو دولت کی تمنا کرتا ہے' دل تو عہدے پہ مرتا ہے' دل تو وقار پہ مرتا ہے۔ دنیا میں بے شمار اتنی اتنی خوبصورت چیزیں ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی ہیں کہ ہمارے دل کو تو وہاں سے فراغت ہی نہیں۔ حتیٰ کہ ہم اگر اپنے وجود کو پکڑ کر مسجد میں بھی لے آتے ہیں' حج پر لے جاتے ہیں لیکن دل دنیوی امور میں الجھا رہ جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ہندوستان کے ایک بزرگ کو ان کے کسی دوست نے مکہ مکرمہ سے خط لکھا (ان دنوں حج پر سال لگ جاتا تھا آنے جانے میں۔ لوگ ریل کے ذریعے بمبئی جاتے' بمبئی سے بحری جہاز انہیں لے کر جدہ جاتا' پھر جدہ سے اونٹوں یا گھوڑوں پہ یا پیدل مکہ مکرمہ پہنچتے۔ پھر اسی طرح اونٹ' گھوڑا یا پیدل مدینہ منورہ' پھر واپسی تک پھر جہاز سے واپس اور ریل سے گھر آنے میں حاجیوں کا ایک سال لگ جاتا تھا اور ہم نے وہ لوگ دیکھے ہیں جنہوں نے ایک سو ساٹھ ۱۶۰ روپے میں یہ سارا سفر کیا ہے۔ ایک سال میں اس سارے سفر کا جو خرچ آتا تھا وہ ایک سو ساٹھ روپے تھا) کہ جناب میں یہاں مکہ میں ہوں۔ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ اللہ کا ذکر' اللہ کا گھر نصیب ہے۔ نمازیں نصیب ہیں۔ چاہ زمزم پہ ہیں۔ یہ ہے' وہ ہے۔ سارا لکھ کر پھر انہوں نے ایک بات بھی لکھی کہ ذرا میرے وہاں گھر میں یہ معاملہ بھی تھا اور میرے کاروبار میں یہ [illegible] تھی تو آپ ذرا اس کا خیال رکھئے گا۔ مجھے اس کا خیال پریشان کرتا ہے۔ تو دوست نے انہیں جواب میں لکھا کہ میرے بھائی تم اپنا وجود تو لے گئے مکے اور تمہارا دل رہ گیا ہندوستان۔ میاں اس سے بہتر تو یہ تھا کہ تمہارا وجود ہندوستان میں ہوتا اور دل مکے میں ہوتا۔ تم نہ جاتے' اپنا کام خود کرتے اور گئے تھے تو ہر شے اللہ کے سپرد کرو۔ وہاں جتنے دن نصیب ہیں وہ تو اللہ کو یاد کرو۔ تم تو خالی جسم باندھ کر لے گئے۔ دل تمہارا یہاں کاروبار میں اور گھر میں اٹکا ہوا ہے۔ تو اس سے بہتر تھا کہ تمہارا جسم یہاں ہوتا اور دل میں اللہ کی یاد اور دل میں مکہ ہوتا۔ تو اسی انداز سے ہم اگر اپنے آپ کو کبھی باندھ کر' پکڑ کر مسجد میں لے بھی آتے ہیں تو وضو کرنے میں جی نہیں لگتا۔ چھینٹے اڑائے' پانی پھینکا' یہ خیال کئے بغیر کہ کوئی پاؤں سوکھا ہے یا گیلا ہے؟ پورا ہاتھ تر ہوا ہے یا نہیں؟ چہرہ پورا تر ہوا ہے یا نہیں؟ جلدی جلدی چھینٹے اڑائے اور فارغ ہوئے اور بھاگتے دوڑتے مسجد آئے۔ اب (مصیبت) گلے پڑی ہوئی ہے' اٹھ بیٹھ رہے ہیں' اس بھاگ دوڑ میں جو سجدے کر رہے ہیں خیال ان میں بھی باہر ہے کہ فلاں آدمی سے ملنا تھا' فلاں جگہ جانا تھا' دوکان کھولنی تھی' دفتر جانا تھا' یہ ہونا تھا' وہ ہونا تھا۔ وہ ذوق سے عاری سجدے دو تین ٹھونگیں مار کر (جس طرح مرغ دانہ چگتا ہے) ہم بھاگ گئے۔ پھر ہمیں شکایت یہ ہوتی ہے کہ یار بڑی عبادت بھی کرتے ہیں' دعائیں بھی کرتے ہیں' نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ فائدہ کس بات کا ہو گا؟ ہم نے نماز پڑھی کب ہے۔ یہ کیوں ایسا ہوتا ہے؟ اس لئے ہوتا ہے کہ اس نماز میں' وضو کرنے کے عمل میں اس عمل میں ہمارا دل ساتھ نہیں ہوتا۔ دل کہیں اور ہوتا ہے وہ ہمیں کھینچ رہا ہوتا ہے یار چل کہاں پھنسا ہوا ہے؟ نکل یہاں سے وہاں جائیں۔ تو رب کریم فرماتے ہیں کہ دل اس میں لگے' دل میں انابت آئے' دل میں یہ خواہش' آرزو پیدا ہو جائے کہ میں اللہ کا قرب تلاش کروں' میرا پروردگار مجھ سے خوش ہو جائے' مجھے اللہ کی

حضوری نصیب ہو جائے۔ فرمایا یہ تو ان لوگوں کا کام ہے۔ **الذین امنوا۔** پہلی بات تو یہ ہے کہ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات پر یقین ہو۔ ایمان کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا اس کو مان لینے کا نام ایمان ہے۔ فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ اسے یقین ہو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد فرمانے پر اور اس کے ساتھ وہ اللہ کا ذکر کرے۔ **الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ۔** وہ اپنے دل کو اللہ کی یاد سے اطمینان کے قابل بنا لے۔ دل میں وہ قوت آ جائے کہ وہ ایک جگہ جم کر کھڑا ہو سکے۔ اپنے اس یقین پر جو اسے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہے' اپنے اس یقین پر جو اسے اللہ رب العزت کے ساتھ ہے' اپنے اس یقین پر جو اسے آخرت کے ساتھ ہے۔ اس پر دل جم تو سکے۔ جب یہ یقین نصیب ہو جاتا ہے تو سارا معاملہ سیدھا ہو جاتا ہے مثلاً نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی بندہ نیک بھی ہے' صالح بھی ہے' عبادت گزار بھی ہے' میدان حشر میں اس کا یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ اس کی نیکیاں زیادہ ہیں یہ جنت میں جائے گا۔ لیکن کبھی زندگی میں اس نے حرام مال کھا لیا تھا' رشوت لے کر کھا لی تھی یا دوسرے کا مال چوری کر کے کھا لیا تھا۔ کوئی ایسا مال جو شرعاً حلال نہیں تھا اس پر اس نے کھا لیا اس حرام مال سے اس کے وجود کا گوشت بنا یا خون بنا یا کھال بنی تو فرمایا کہ جو گوشت' **نُبِتَتْ مِنَ السُّحْتِ** بدن کا وہ حصہ جو حرام کھانے کی وجہ سے بنا **اَلنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔** وہ آگ ہی میں جلنے کا لائق ہے۔ اگر اسے جنت میں بھی اللہ نے بھیجنا ہو گا تو اس سے وہ گوشت جلانے کے لئے دوزخ جانا پڑے گا۔ حرام کا گوشت دوزخ میں جل جائے گا تب وہ جنت جا سکے گا۔ حرام کا بنا ہوا گوشت کا حصہ لے کر جنت میں نہیں جائے گا۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یقین ہو تو ہمارے معاشرہ میں کوئی رشوت لے؟ کوئی حرام کھانے کی کوشش کرے؟ کوئی دوسرے کا حق چھیننے کی کوشش کرے؟ یہ جو روز ڈاکے پڑتے ہیں؟ یہ جو روز گاڑیاں لٹ جاتی ہیں؟ یہ جو روز ٹرینیں لٹ جاتی ہیں' مسافر لٹ جاتے ہیں' کیوں؟ وہی کہ اعتبار نہیں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر۔ وہ ایک رسم ہے کہ ہم نے ایماندار ہونے کا یا مسلمان ہونے کا ایک دعویٰ کر رکھا ہے۔ اس دعوے میں جان نہیں ہے۔ اسی دعویٰ میں جان پیدا کرنے کے لئے رب کریم فرماتے ہیں۔ **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔** لوگو! اللہ کے ذکر سے دل کو قرار آتا ہے' ایمان میں جان پڑتی ہے' یقین مستحکم ہوتا ہے' اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں پر دل جمتا ہے' کھڑا ہوتا ہے۔ حضرات گرامی! اور عزیزان محترم جس طرح حج فرض ہے' جس طرح نماز فرض ہے' جس طرح روزہ فرض ہے اسی طرح قلبی ذکر بھی فرض ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت پر۔ پتہ ہے فرض کیسے ثابت ہوتا ہے۔

فرائض کے ثابت ہونے کی دلیل پتہ ہے کیا ہے؟ شریعت اسلامی میں جس کام کرنے کا حکم براہ راست قرآن پاک کی آیت دیتی ہے وہ فرض ہو جاتا ہے اور جس کام کا حکم قرآن میں تو موجود نہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرنے کا حکم دیا یا اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری عمر عمل کیا وہ سنت ہو جاتا ہے۔ اس پر مزید جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دے دیا کہ یہ کام بھی کرو لیکن اگر نہ چاہو تو نہ بھی کرو خیر ہے نقصان کوئی نہیں تو وہ نفل کہلاتا ہے کہ جس کے کرنے سے ثواب ہوتا ہے نہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا۔ سنت وہ عمل ہوتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا یا کرنے کا حکم دیا یا آپ نے پسند فرمایا اور جس کام کا حکم قرآن دیتا ہے وہ فرض ہوتا ہے جیسے **اقیموا الصلوۃ** نماز فرض ہو گئی' روزہ رکھنے کا حکم قرآن میں موجود روزے فرض ہو گئے' حج کرنے کا حکم قرآن میں موجود حج فرض ہو گیا' زکوۃ کا حکم قرآن میں موجود زکوۃ فرض ہو گئی' جہاد کا حکم قرآن میں موجود جہاد فرض ہو گیا۔ اسی طرح سے ذکر

قلبی کا حکم جب قرآن میں موجود ہے تو یہ بھی فرض ہے۔ ہم نے تحویلیں گھڑ لیں۔ ہم نے جو قرآن کے معنی کرتے ہیں۔ (ہم سے میری مراد علماء حضرات ہیں، مولوی حضرات) ہم نے شارٹ کٹ کیا۔ ہم نے کہا یار! نماز پڑھنا بھی تو ذکر ہے چلو ذکر کی تعمیل ہو گئی۔ یہ کوئی نہ کہہ سکا کہ ذکر قلبی کا حکم موجود نہیں ہے؟ لیکن کہہ دیا جی نماز پڑھنا بھی تو ذکر ہے، اس حکم کی تعمیل ہو گئی کسی نے کہہ دیا کہ کلمہ پڑھنا بھی تو ذکر ہے، اس کی تعمیل ہو گئی۔ تسبیح پڑھنا بھی تو ذکر ہے اس کی تعمیل ہو گئی۔ لیکن اس کو آپ کلمے سے، نماز سے، روزے سے کیسے باندھیں گے؟ جب اللہ فرماتے ہیں **الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔** بات ہی جب قلب کی کرتا ہے۔ جب بات ہی قلب کی آتی ہے۔ **الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ۔** اور قلبی ذکر کا حکم نماز کے ساتھ موجود ہے۔ **وَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ۔** نماز ختم ہو گئی، آپ کام کاج پر چلے گئے "**وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا**" اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ دل کے ذکر کا حکم موجود ہے وہاں۔ آپ جہاد پر ہیں **اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا۔** جم کر لڑو جب مخالف سے مقابلہ آ جائے۔ جہاد تم پر اس وقت فرض عین ہے لیکن جب لڑ رہے ہو "**واذکروا اللہ کثیرا**" ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ حج میں فرمایا جہاں تم دوسری باتیں کرتے ہو یا کافر آباء کا ذکر کرتے ہیں وہاں تم حج کے ارکان میں **وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔** باپ دادوں کے ذکر کی بجائے اللہ کا ذکر کرو اور کثرت سے کرو۔ اس کے چھوڑنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہم نے بہانے تراش لئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جب سے مسلمان قوم سے **من حیث القوم۔** ذکر الٰہی چھوٹا ہے۔ مسلمانوں کے ڈھانچے رہ گئے ہیں، کردار مسخ ہو گیا ہے۔ کیا آج تبلیغ نہیں ہوتی؟ وعظ کوئی نہیں ہوتے؟ رسالے نہیں چھپتے؟ کتابیں نہیں چھپتیں؟ ریڈیو، ٹیلی ویژن پر تقریریں نہیں آتیں؟ کیا فرق پڑتا ہے کسی کی صحت پر؟ کیا اصلاح ہوتی ہے؟ یار! مجھے یہ بتائیے کہ آپ کہتے ہیں "ٹی۔ وی نے فحش گانے شروع کر دیئے ہیں اور قوم کا کردار تباہ ہو گیا" ٹھیک ہے مان لیا ہم نے۔ آپ کہتے ہیں "ادب میں ناول اور ڈائجسٹ ایسے آ گئے انہوں نے قوم کا کردار تباہ کر دیا۔" مان لیا۔ لیکن یہ جو سارا قرآن چھپتا ہے، حدیث چھپتی ہے، یہ جو دینی تقریریں ہوتی ہیں، یہ جو دینی جلسے ہوتے ہیں۔ یہ کردار کی تعمیر کیوں نہیں کرتے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ اپنی قوم کا یہ حال سورج کی طرح سامنے دیکھ رہے ہیں۔ کہ اگر کوئی فحش گانا امریکہ سے آتا ہے، برطانیہ سے آتا ہے یا نور جہاں گاتی ہے تو وہ بندوں کو فحاشی میں لے جاتا ہے۔ اگر کوئی لٹریچر فحش چھپتا ہے خواہ وہ کسی ڈائجسٹ میں چھپتا ہے، کسی ماہنامے میں چھپتا ہے، کسی شمارے مین چھپتا ہے کسی روزنامے میں، اخبار میں چھپتا ہے تو وہ فحش ادب جو ہے وہ پوری قوم کی قوم کو فحاشی کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن جو آپ کے قرآن چھپتے ہیں، جو آپ کے قرآن کے ترجمے چھپتے ہیں، جو حدیث شریف کی ہزاروں کتابیں چھپتی ہیں، جو لاکھوں علماء وعظ کرتے ہیں، جو لاکھوں خانقاہیں پیر صاحبان تشریف فرما ہیں۔ یہ سارے مل کر قوم کو نیکی کی طرف کیوں نہیں لے جاتے؟ صرف یہ تو نہیں کہ فحش گانے ہی آتے ہیں یا صرف فحش کتابیں چھپتی ہیں۔ یار یہ دیکھو کتنے قرآن مجیدوں سے الماریاں بھری پڑی ہیں۔ یہاں تو کوئی وہ فحش گانا نہیں ہے۔ تو یہ قرآن مجید ہماری اصلاح کیوں نہ کرتا؟ اس لئے کہ ہمارے دل ذکر الٰہی سے غافل ہو گئے اور ہم نے بہانے ڈھونڈھ لئے کہ خیر ہے جی فلاں کام کر لو وہ بھی ذکر کا متبادل ہے۔ میرے بھائی! ہر ایک کو حق حاصل ہے کہ وہ مجھ سے یہ اختلاف رکھے کہ جس طریقے سے آپ ذکر کرتے ہیں ہم اس طریقے سے نہیں کرتے۔ ٹھیک ہے۔ مانا بھائی! لیکن یہ کہنا آپ کا کہ ہم ذکر ہی نہیں کرتے یہ موت اور خود کشی ہے اور اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ یہ قرآن کا انکار ہے۔ ذکر قلبی مومن مرد اور مومن عورت پر فرض ہے۔ اور یہ ایسا کام ہے کہ اللہ نے مرد، عورت کو الگ الگ کر کے بھی کہا کہ یہ نہ ہو کہ ساجھے میں بات رہ

جائے اور صرف مردوں کے لئے فرض سمجھا جائے ....
فرمایا وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ۔ کثرت سے ذکر کرنے والے مرد، کثرت سے ذکر کرنے والی عورتیں۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ ان لوگوں کے لئے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے۔ اس لئے کہ انہیں کام کرنا، نیک عمل کرنا نصیب ہی تب ہو گا۔ اگلی آیت اسی بات کی تصیح کر رہی ہے فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اچھی طرح یہ بات سن لو کہ اللہ کے ذکر سے دل اطمینان پاتا ہے اور اس اطمینان سے کیا ہوتا ہے؟ الذین امنوا ایمان کامل ہوتا ہے اس سے۔ وعملوا الصلحت۔ نیکی کرنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے، بندے کا کردار تبدیل ہونے لگتا ہے، برائی سے نفرت ہو جاتی ہے اور نیکی پر بندہ عمل پیرا ہو جاتا ہے اور انجام یہ ہوتا ہے "طُوْبٰى لَهُمْ" اللہ کہتا ہے کتنے خوش نصیب، کتنے مبارک ہیں ایسے لوگ! کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ جنہیں ذکر قلبی نصیب ہوتا ہے اور ذکر قلبی کے نتیجے میں ایک مضبوط ایمان نصیب ہوتا ہے اور مضبوط ایمان انہیں عمل صالح کی طرف لے جاتا ہے۔ فرمایا "وَحُسْنُ مَاٰبٍ" ایسے لوگوں کا انجام بہت خوبصورت ہوتا ہے۔ دنیا کا بھی، موت کا بھی، برزخ کا بھی اور قیامت کا بھی۔ ہر معاملے میں انجام ان کا بہت حسین ہو جاتا ہے۔ تو عزیزان گرامی! دنیا میں زندہ رہنے کے لئے اللہ کریم نے مادی وسائل بنائے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا سبب مادی علم ہے، دنیاوی علم ہے۔ اگر آپ ہم دنیا کو جانیں گے نہیں تو کریں گے کیا؟ سب سے پہلا نبی آدم علیہ السلام جو مبعوث ہوئے انہیں علم ہی عطا کیا۔ وعلم ادم الاسماء کلھا۔ اللہ نے تمام اشیاء کے اسماء آدم علیہ السلام کو بتا دیئے۔ علم الاشیاء جو تھا یہی علم دنیا ہے۔ علم الاشیاء اور علم الاسماء جسے قرآن نے کہا یہی دنیاوی علوم ہیں کہ یہ خرمانی ہے یہ پیدا کیسے ہوتی ہے؟ اس کی جڑ کیا ہے؟ پتہ کیا ہے؟ اس میں غذا کیسے چلتی ہے؟ اس میں پھل کیا ہے؟ اس کی تاثیر کیا ہے؟ اس کی گٹھلی میں کیا ہوتا ہے" اس کے پتوں میں کیا ہے" یہی علم الاسماء ہے اور آدم علیہ السلام کو یہ باقاعدہ تعلیم کر کے فرشتوں کے مقابل لایا گیا اور فرشتوں کو تعلیم نہیں کئے گئے تھے۔ لہٰذا انہیں اپنی ہار ماننا پڑی۔ آپ علم پوری محنت سے پڑھیے۔ آپ کا عالم ہونا، مسلمان کا عالم ہونا، اسلام کے ایک فرزند کی عزت، اسلام کی عزت ہے۔ آپ کا دنیا میں اچھا مقام پانا اسلام کی عزت ہے، مسلمان قوم کی عزت ہے۔ لیکن دل زندہ ہو گا تو آپ اسلام کے کام آئیں گے ورنہ کافر کی غلامی میں چلے جائیں گے۔ آج ہمارا بہترین ٹیلنٹ Talent سائنس کے میدان میں بھی ہے، کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں بھی ہے۔ لیزر ٹیکنالوجی میں بھی ہے۔ کافروں کی مشینیں بنانے والے مسلمان ہیں، استعمال کرنے والے کافر ہیں۔ مگر مسلمان کافروں کے غلام ہیں۔ اس لئے کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے خالی ہو گئے۔ جب دل یاد الٰہی سے خالی ہوتا تو فحش کلامی تو اسے متاثر کرتی ہے لیکن اللہ کا کلام اور اللہ کے نبی کا ارشاد اسے متاثر نہیں کرتا۔ لہٰذا جتنی توجہ آپ علم پر دیں اس سے زیادہ توجہ ذکر قلبی پر دیجئے تاکہ اللہ سے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، اپنے دین برحق سے ایک پختہ یقین اور ایمان پیدا ہو۔ اللہ کریم آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی عبدالاحد بٹ ولد عامر بٹ راولپنڈی میں وفات پا گئے ہیں۔ تمام حلقہ احباب سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

پروفیسر مسعود اختر ہزاروی (صقارہ کالج لاہور) کے تایا جان حاجی محبوب الرحمان صاحب (ہری پور) انتقال کر گئے ہیں۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اُصول و نتائج

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ وَهٰذَا كِتٰبٌ
اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ اَنْ
تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَ
اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ
اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ج فَقَدْ جَآءَ
كُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ ج فَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ط سَنَجْزِى الَّذِيْنَ
يَصْدِ فُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِ
فُوْنَ ○ الانعام ۱۵۶ تا ۱۵۸

یہ آٹھویں پارے میں سورۃ الانعام کی آیات مبارکہ ہیں۔ اللہ کریم نے ایک اصول' ایک قانون ارشاد فرمایا ہے۔ اگرچہ یہ تذکرہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا چل رہا ہے لیکن تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام میں بنیادی باتیں ایک ہی ہیں۔ مثلاً" ایمانیات سب میں ایک ہیں۔ اللہ پر' آخرت پر' فرشتوں پر' توحید باری' ذات باری' صفات باری' جنت و دوزخ' حساب کتاب' اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وقت کے اعتبار سے' لوگوں کی استعداد کے اعتبار سے' اللہ کی اپنی پسند سے اعمال اور احکام میں مختلف اوقات میں مختلف تبدیلی ہوتی رہی۔ مختلف امتوں پر مختلف احکام وارد ہوتے رہے لیکن رشتوں اور تعلقات میں جس طرح عقائد میں کوئی فرق نہیں اسی طرح نتائج میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کسی نبی کے ساتھ جس کا بھی تعلق ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ اس کا تعلق خلوص کا ہو۔ کسی کتاب پر کسی زمانے میں بھی ایمان لایا۔ اس کے لئے ایسا ہی ضروری تھا کہ اس کے ایمان میں خلوص ہو اور اگر خدانخواستہ وہ دولت خلوص کھو بیٹھے تو کیا بگڑے گا؟ یہ بات یہاں ارشاد فرمائی گئی ہے۔ دنیوی کمالات جو ہیں ان کا حساب اور ہے ہم کسی سے ڈرائیونگ سیکھتے ہیں' ویلڈنگ سیکھتے ہیں' ریڈیو ٹیلی ویژن کی مرمت کا کام سیکھتے ہیں' ہم نے کام سیکھ لیا اب ہم اس کے مقابلے میں دکان بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اس کے گاہک توڑ لیتے ہیں۔ وہ خفا ہو جاتا ہے' ہم نے جو کام سیکھنا تھا سیکھ لیا' ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر ہم اس کا احترام کرتے ہیں تو یہ احترام کرنے والے کی شرافت ہے۔ میں نے خود اکثر دیکھا ہے ورکشاپوں کے لوگ کام کرتے ہیں اور مختلف ہنر ہوتے ہیں پھر جب وہ سیکھتے ہیں تو اس کے مقابلے میں اپنی دکان بنا لیتے ہیں پھر وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لئے کہ وہ دنیوی کمال تھے انہوں نے حاصل کر لئے۔ وہ دماغ کی بات تھی' عقل کی بات تھی' مادی بات تھی' مادی اعتبار سے ان کے دماغ میں جو آ گئی وہ کھرچی نہیں جا سکتی۔

نبی علیہ السلام کے ساتھ یا کتاب کے ساتھ یا رب العالمین کے ساتھ تعلق دل کا اور قلبی کیفیات کا ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ فائدہ ہی تب ہو گا جب ہمارا تعلق

خلوص پر مبنی ہو گا یعنی ہم تعلق کی بنیاد ہی خلوص پر رکھیں گے۔ خدانخواستہ اگر خلوص نہیں ہے تو بنیادی طور پر وہ تعلق استوار ہی نہیں رہے گا لیکن اگر ہم نے تعلق بڑے خلوص سے استوار کیا' اس کتاب سے ہمیں برکات نصیب ہوئیں' نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے ہمیں مقامات نصیب ہوئے' برکات نصیب ہوئیں' کیفیات نصیب ہوئیں اور کسی لمحے آ کر خدانخواستہ وہ خلوص ہم سے ضائع ہو گیا یا نہ رہا تو یہ نہیں کہ صرف وہ خلوص جائے گا (استاد کچھ نہیں بگاڑے گا استاد کو بگاڑنے کی ضرورت ہی نہیں ہے) بلکہ جب دل کی کیفیت بدلے گی تو وہ برکات جو خلوص کی بدولت آ چکی تھیں وہ برکات ازخود رفع ہو جائیں گی۔ اب سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ صرف وہ برکات نہیں جائیں گی بلکہ وہ بندہ خود الٹ کر الٹے راستے پر چل پڑے گا اور دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ تباہی کی طرف لے جائے گا۔ یہ ہے خلوص کے کھو جانے کا برا انجام یا اللہ کی طرف سے جو عذاب آتا ہے۔ ان آیات مبارکہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے فرمایا۔

ھذا کتب انزلنہ مبرک۔ یہ لیجئے تمہارے ہاتھوں میں کتاب ہے تم تک اللہ کی کتاب پہنچ گئی' تمہیں کتاب عطا کر دی۔ **انزلنہ** اللہ کریم فرماتا ہے ہم نے اسے اتارا ہے۔ میری کتاب ہے' تمہارے ساتھ یہ میری بات ہے' یہ میرا خط ہے تمہارے نام۔ یہ میری چٹھی ہے تمہارے ہاتھوں میں' یہ میری بات ہے تمہارے ساتھ۔ **مبرک۔** دنیا جہان کی جتنی برکتیں کوئی مخلوق اپنے مالک سے لے سکتی ہے وہ اس میں لپٹی ہوئی ہیں۔ جس طرح ایک پودا پکا ہوا پھل اپنی خوشبو' اپنے رس' اپنے اثرات سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ جس طرح ایک صحیح پکا ہوا میٹھا آم اپنی مٹھاس بھرے جوس سے بھرا ہوتا ہے' جس طرح ایک صحیح درخت کے ساتھ پوری طرح سے پکا ہوا کیلا اپنے اندر ایک خوبصورت خوراک لئے ہوئے ہوتا ہے۔ چونکہ یہ کتاب نہ نامکمل ہے نہ ادھوری ہے۔ نہ بھیجنے والا کسی کا محتاج ہے نہ کسی کے مشورے کا محتاج ہے' نہ اس کی قدرت کاملہ میں کمی ہے نہ اس کے علم میں کمی ہے تو یہ کتاب ہر طرح سے ہر قسم کی برکات کا سمندر ہے۔ سب برکتیں اس میں موجود ہیں کوئی چیز جس کی تم تمنا کر سکتے ہو' کوئی نعمت جس کی تم خواہش کر سکتے ہو' کوئی عزت' کوئی مرتبہ' کوئی دولت' کوئی شان' کوئی شوکت' کوئی طاقت' کوئی حیثیت' دنیا' برزخ' آخرت' دو عالم کی کوئی دولت' کوئی نعمت جو تم حاصل کر سکتے ہو فرمایا۔

وھذا کتب۔ یہ تو تمہارے پاس ہے کتاب **انزلنہ۔** اسے میں نے نازل کیا ہم نے نازل فرمایا ہے اسے۔ **مبرک۔** یہ برکات سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں تک تو بات ہو گئی کتاب کی آگے فرمایا اب تمہاری باری ہے۔

فاتبعوہ واتقوا۔ اب تمہارے حصے میں دو کام ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس کتاب کی بلاچون و چراں اطاعت کر لو۔ تاویلیں مت گھڑو' بہانے مت بناؤ' ہیرا پھیری مت کرو۔ سیدھی سیدھی کتاب ہے جو حکم دیتی ہے وہ مان لو' جہاں سے روک دیتی ہے رک جاؤ۔ لیکن صرف یہ نہیں کہ تم عملاً" بظاہر دکھاوے کے لئے کرو' نہیں۔

اس کے ساتھ ضروری ہے۔ **واتقوا۔** خلوص قلب سے دل کی گہرائی سے یہ خدشہ رکھتے ہوئے کہ کہیں دل میں تکدر آ جائے تو اللہ کریم ناراض نہ ہو جائیں۔ "تقویٰ"۔ ہمارے ترجمہ والے یہاں اس کا معنی ڈر لکھ دیتے ہیں اور یہاں بھی اس میں بھی لکھا ہوا ہے۔ **واتقوا۔** اور خدا سے ڈرو لیکن یہ خدا سے ڈرو جو ہمارا محاورہ ہے یہ مفہوم ادا نہیں کرتا۔ ڈر تو یہ بھی ہے کہ سامنے کوئی درندہ ہے کھا جائے گا' ڈر تو ایک یہ بھی ہے کہ چور ہے لوٹ لے گا' یا تگڑا آدمی ہے مارے گا۔ اس طرح کے ڈر نہیں۔ تقویٰ سے مراد وہ کیفیت ہے جسے آپ اس مثال سے سمجھ لیجئے کہ بارہا یہاں ہم کوئی کام کرنا چاہتے ہیں' الیکشن ہوتے ہیں ہم ووٹ دینا چاہتے ہیں تو ہم کہتے ہیں جی بھائی صاحب جو دوبئی میں ہوتے ہیں انہیں خط لکھیں گے ان کا جواب آئے گا تو پھر

بتائیں گے کہ کیسے ووٹ دینا ہے۔ حالانکہ وہ بیٹھا دوسرے ملک میں ہے آپ یہاں بیٹھے ہیں الیکشن یہاں ہو رہے ہیں کسی کو دو یا نہ دو لیکن ہم کہتے ہیں اس کے ساتھ ہمارا تعلق ایسا ہے کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ اس الیکشن کی وجہ سے وہ ہم سے خفا ہو جائے۔ اگر اس قسم کا تعلق اللہ سے ہو جائے اور بندہ یہ سوچنا شروع کر دے کہ اگر میں یہ کام کروں گا تو کہیں اللہ میاں ناراض تو نہیں ہو جائیں گے۔ اس بات کا جو ڈر ہے اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ تو فرمایا کتاب کی اطاعت اس طرح سے کرو کہ اللہ کا ڈر درمیان میں موجود ہو۔ کوئی ہیرا پھیری' کوئی منافقت' کوئی دل میں اس طرح کی عدم خلوص کی بات نہ ہو۔ اگر تم یہ کر لو کہ کتاب کا حکم بھی مانو اور خلوص سے بھی مانو۔

لعلکم ترحمون۔ تم رحمت الٰہی کے مستحق قرار پائے تاکہ تم پر اللہ رحم فرمائے۔ اب معاف کیجئے گا یہاں بات کتاب کی ہے۔ اللہ نے صاحب کتاب کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے قرآن حکیم اجمال بیان فرماتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی جو تفصیل ہوتی ہے وہ احادیث مبارکہ میں ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملتی ہے۔ **القران فسروا بعضہ بعضا۔** پھر قرآن دوسری جگہ خود اس کی تفسیر بھی کر دیتا ہے۔ صاحب کتاب کا مقام اتنا بلند ہوتا ہے کہ کتاب اس کی تصدیق کی محتاج ہوتی ہے۔ یعنی کتاب الٰہی کا مقام ہم ناپ نہیں سکتے' اس کی ہم پیائش نہیں کر سکتے' ہم مقرر نہیں کر سکتے کہ مکتوب یا کلام کا احترام متکلم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ بادشاہوں کا کلام کلام کا بادشاہ ہوتا ہے۔ ایک جملہ ایک عام آدمی کہتا ہے اس کی حیثیت اور ہے وہی جملہ ایک افسر کہتا ہے اس کی حیثیت اور ہے' وہی جملہ ایک سلطان یا ملک کا سربراہ کہتا ہے اس کی حیثیت بدل جاتی ہے حالانکہ الفاظ وہی ہوتے ہیں۔ متکلم کے اعتبار سے عظمت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کلام الٰہی کی عظمت اس اعتبار سے ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ نہ عظمت الٰہی کی کوئی حدود ہیں نہ کلام الٰہی کی عظمت کی کوئی حدود ہیں۔ پھر یہ کلام الٰہی' اللہ کی صفت ہے اور اوصاف باری مخلوق نہیں ہیں۔ ہمیشہ سے ہیں' جب سے اس کی ذات ہے اور ہمیشہ رہیں گے۔ اس کی ذات کی کوئی ابتداء ہے نہ کوئی انتہا۔ اس طرح اس کے اوصاف بھی ذاتی ہیں ان کی بھی کوئی انتہا ہے نہ ابتداء ہے۔ وہ ازلی و ابدی ہیں' لازوال ہیں' دائمی ہیں' قرآن کلام الٰہی ہے' صفت الٰہی ہے' رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی مخلوق ہے لیکن پرتو جمال الٰہی کا امین ہے۔ کوئی بندہ تب تک نہ کتاب کو جان سکتا ہے اور نہ اللہ کو جان سکتا ہے جب تک وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں پہچانتا۔ عظمت رسالت یہ ہے کہ جب تک صاحب کتاب کو کوئی نہیں جانتا تب تک نہ وہ کتاب کو جان سکتا ہے اور نہ کتاب کے نازل کرنے والے کو جان سکتا ہے۔ لہٰذا صاحب کتاب کی عظمت پورے خلوص کی متمنی ہے بلکہ کتاب اور صاحب کتاب کی اطاعت میں جو لوگ جان ہار دیتے ہیں ان کے بارے سوچوں پر اللہ نے پابندی لگا دی ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ان کے بارے یہ خیال بھی مت کرو' گمان بھی مت کرو کہ وہ مر چکے ہیں' سوچ پر پابندی لگا دی۔ اسی طرح نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ رشتہ خلوص کا ہوتا ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ جو خلوص ہوتا ہے وہ برکات نصیب کرتا ہے کتاب سے اور کتاب پر عمل کے ساتھ جو خلوص ہوتا ہے وہ مستحق بناتا ہے جا کر رحمت الٰہی کا۔ اگر کسی کو یہ نصیب ہی نہیں ہوا تو اس سے محروم رہا لیکن اگر کسی کو نصیب ہو بھی گیا چندے وہ اس برکات سے مستفید ہوتا بھی رہا اور کسی وجہ سے کسی مقام پر جا کر کسی حب جاہ میں آ کر' دولت کے لالچ میں آ کر' اقتدار کے لالچ میں آ کر' کسی گناہ میں گرفتار ہو کر وہ خلوص نہ رہا تو فرمایا اب صرف یہ نہیں ہو گا کہ ایک آدمی منزل پہ چڑھا ہی نہیں وہ زمین پر ہے' ایک آدمی تیسری چھت پر چڑھ گیا اب وہ وہاں سے زمین پہ گرتا ہے تو جیسا

زمین پر تھا وہ اور وہ برابر ہیں یہ برابر نہیں ہو گا۔ وہ جو چڑھا ہی نہیں تھا وہ تو محروم رہا ہی ایمان سے' کافر رہا لیکن جو ایمان لانے کے بعد' خلوص کے بعد' عبادت کرنے کے بعد مرتد ہوا وہ جتنی بلندی سے گرے گا اتنی اس کی شکست و ریخت ہو گی' اتنی ہڈیاں ٹوٹیں گی' اتنے اعضاء و جوارح ٹوٹیں گے' اتنی اس کی لاش بھی مسخ ہو گی۔ زمین پر چلنے والا وہ ہے جسے نور ایمان نصیب ہی نہیں ہوا وہ تو کافر ہے ہی۔ لیکن مرتد جو ہوتا ہے وہ ایسا برا کافر ہوتا ہے کہ شرعاً مرتد کے لئے معافی کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر حکومت اسلامی ہو تو مرتد سیدھا واجب القتل ہوتا ہے جب کہ کافر بحیثیت ذمی اس ملک میں رہ سکتا ہے' انسانی حقوق حاصل کر سکتا ہے' اس کے مال' اس کی جان' اس کی آبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمے ہے۔ اس کا علاج معالجہ' اس کی ویلفیئر' اس کے بچوں کی تعلیم' یہ اس کے سارے حقوق جو انسانی ہیں اور جو بحیثیت ملک کے شہری کے ہیں وہ اسلامی حکومت کے ذمے ہیں۔ وہ ان سب حقوق سے استفادہ کرے گا اور کافر بحیثیت کافر اسلامی ریاست میں رہے گا۔ لیکن مرتد قتل کیا جائے گا۔ اگر اسلامی حکومت اس پر قابو پا لے تو اس کے لئے گنجائش نہیں ہے کہ اسے اس ملک میں زندہ رہنے دیا جائے۔ یہی سارا قانون نیچے سفر کرتا ہے۔

جو لوگ برکات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین ہوتے ہیں ان سے جب کوئی شاگرد برکات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کرتا ہے تو وہاں وہی قانون درمیان میں آ جاتا ہے۔ وہی خلوص چاہئے ہو گا' وہی ادب و احترام چاہئے ہو گا' وہی اطاعت و اتباع چاہئے ہو گی۔ صرف ایک تبدیلی آ جائے گی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب کام کرتا ہے تو وہ دلیل ہوتی ہے کہ یہ حق ہے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ نبی علیہ السلام کا کوئی جانشین جب کام کرے گا تو دیکھا جائے گا کہ یہ نبی علیہ السلام کی اطاعت کے اندر کام کر رہا ہے تو ہمارے لئے واجب اتباع ہے لیکن اگر وہ اطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکل گیا تو ہم اطاعت نبی علیہ السلام کی کریں گے۔ ہم پھر اس بات کا اعتبار نہیں کریں گے کہ یہ شخص نیک ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہے۔ نہیں' وہ بات ختم ہو گئی۔ جانشینی کا مطلب الگ راستہ بنانا نہیں ہو گا بلکہ جانشینی کا یا وراثت کا یا خلافت کا مطلب ہوتا ہے کہ انہی نقوش کف پا پر چلا جائے۔ الگ راستہ نہ بنایا جائے۔ جو لوگ برکات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' خلوص' ذکر قلبی' کیفیات قلبی' احوال قلبی (جن کا نام تصوف یا سلوک رکھ دیا گیا ہے اور قرآن انہیں تزکیہ کا نام دیتا ہے) حاصل کرتے ہیں ان کا قانون بھی وہی ہے کہ خلوص کے ساتھ شیخ کے ساتھ رشتہ رکھیں۔ اس سے وہ کیفیات اپنے دل میں لائیں اور ان کیفیات سے انہیں اللہ کی کتاب پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو اور پورے خلوص سے عمل کریں۔ لیکن اگر کبھی ان کے دل میں گستاخی آ گئی یا شیخ سے بے وفائی کا آ گیا تو جو نبی علیہ السلام کے ساتھ بے وفائی کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے وہی سلوک ان کے ساتھ ہو گا۔

اور یہ فرمایا اگر خلوص میں کمی آ جائے تو کہیں یہ نہ کہنے لگ جاؤ تم بھی۔ **ان تقولوا انما انزل الکتب علی طائفتین من قبلنا**۔ مستحق تو ہم تھے کتاب دوسروں کو دے دی گئی۔ ہم پر نازل ہوتی تو دیکھتے ہم کیسے کتاب کو پھیلاتے' کیسے کتاب پر لوگوں سے بھی عمل کرواتے خود بھی کرتے۔ ہم پر تو نازل نہیں ہوئی بھئی ہم سے پہلوں پر دوسرے لوگوں پر نازل ہوئی۔

و ان کنا عن دراستھم لغفلین۔ ہم تک تو پہنچتے پہنچتے بات ہی ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ کوئی کچھ کہتا ہے' کوئی کچھ کہتا ہے۔ ہم تک تو کتاب کا مفہوم پہنچا ہی نہیں یا پھر یہ کہنے لگو۔

او تقولوا لو انا انزل علینا الکتب۔ اگر یہ کتاب ہم پر نازل ہوتی۔ **لکنا اھدی منھم**۔ تو ہم ان دوسروں کی نسبت زیادہ کام کرتے' زیادہ ہدایت پر ہوتے۔ اللہ کریم فرماتا ہے یہ سب جھوٹ ہے اس لئے

فقد جائکم بینتہ من ربکم۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح اور روشن دلائل آ چکے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک بات، حق اور باطل کو الگ کر دیا اور مستحبات تک، چھوٹے سے چھوٹے احکام تک واضح کر کے نبی علیہ السلام نے اس وقت دنیا سے پردہ فرمایا جب کوئی نیا حکم نازل نہیں ہونا تھا، جب کوئی پرانا حکم تبدیل نہیں ہونا تھا، منسوخ نہیں ہونا تھا۔ اس لئے تمہارے پاس بڑی واضح اور کھری کھری بات آئی اور پھر تم تو خوش نصیب ہو کہ تمہارے پاس اللہ کی ہدایت آئی اور اللہ کی رحمت آئی۔ یعنی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی برکات معمولی بات نہیں ہے۔ یہی ہدایت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات خلوص سے قبول کرو تو یہی رحمت الٰہی ہے۔ رحمت الٰہی اس سے الگ نہیں ہے، ہدایت اس سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے اور یہ بھی یاد رکھو اگر تم نے بہانے بازیاں کیں اور اس خلوص میں کمی آ گئی اور تم کتاب کے اتباع سے محروم ہو گئے تو پھر تم اس جرم میں گرفتار ہو جاؤ گے کہ تم دوسروں کو بھی اس کتاب سے بہکانے والے بن جاؤ گے اور دوسروں کو بھی گمراہی میں ڈالنے کا سبب بن جاؤ گے اور دوسروں کو بھی ہدایت سے بھٹکا کر گمراہ لوگوں کے قدموں میں لے جاؤ گے، نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا اتباع چھڑوا کر، سلف صالحین کا راستہ چھڑوا کر، نیکی اور پرہیز گاری چھڑوا کر، بدکاروں کے قدموں میں جا ڈالو گے۔ فرمایا پھر ایسا ہو گا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا۔ تو صرف یہ نہیں کہ تم کتاب کے منکر ہو جاؤ گے یا تمہارا عمل کتاب کے احکام کے خلاف ہو جائے گا۔ تو پھر اس کتاب کے راستے سے الگ، دوسری طرف الٹ راستہ اختیار کر لو گے اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے کہ اللہ کی کتاب اس سمت کو چلنے کو کہے اور وہ اسے جھٹلا کر اس سمت چلنا شروع کر دے، اس کے اپوزٹ 'Opposite' اس کے مخالف راستہ بنائے۔ فرمایا اس سے بڑا کسی ظلم کا، کسی گناہ کا، کسی جرم کا کوئی تصور ہے؟

سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یَصْدِفُوْنَ۔ اور یہ بات یاد رکھو جو اللہ کی کتاب کے راستے سے پھریں گے، دوسروں کو پھیرنے کا گمراہ کرنے کا سبب بنیں گے ان کو ہم بہت ہی برے عذاب میں مبتلا کریں گے۔ دنیوی زندگی میں ذلت، موت کے وقت عذاب، ما بعد الموت عذاب اور میدان حشر کی رسوائی الگ۔ یعنی کافر سے نیچے ہو گا منافق کا مقام اور ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کو ایسی جگہ رکھا جائے گا جو کافروں سے بھی بہت نیچے ہو گی اور کافروں کے جلنے سے، کافروں کے زخموں سے، کافروں کے جسموں کے گلنے سڑنے سے جو گوشت، جو پیپ، جو خون، جو غلاظت گل سڑ کر بہہ کر جو نیچے جمع ہو گی وہ منافقین کی غذا ہو گی۔ یعنی اور عذابوں کے علاوہ منافقوں کے رہنے کی جگہ یا منافقوں کی غذا یا منافقوں کی جو رہائش کا سٹیٹس (معیار) جسے کہتے ہیں جو ہو گا۔ وہ یہ ہو گا کہ کافر سے بھی نیچے کافر کے گلے سڑے جسموں کی غلاظت، کافر کی پیپ اور خون جو بہہ کر جائے گا۔ وہ منافقین کی غذا ہو گی جہنم میں۔

تو میرے بھائی ہر بندے کو، مجھے بھی اور آپ کو بھی سب سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچنا چاہئے کہ ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کتنے مخلص ہیں؟ کتنا درد ہے ہمارے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم ماننے کا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ماننے کا، کتنا خلوص ہے ہمارے دل میں اللہ کی کتاب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا؟ اگر نہیں ہے، تو اب پیدا کرو اب وقت ہے۔ جو کمی ہے وہ آج دور کرو۔ چھوڑ دو دوسروں کو، کسی پر طعنہ نہ لگاؤ، کسی کو برا نہ کہو لیکن اپنا تجزیہ تو کر کے دیکھو کہ ہم کتنے پانی میں ہیں؟ ہمارے دل میں کیا اقتدار کی محبت ہے؟ دولت کی محبت ہے یا اپنے نبی

علیہ الصلوۃ والسلام کی غلامی اتباع کی؟ اپنے رب کی اور آخرت کی محبت ہے؟ کیا ہم اپنے دل کی گہرائی سے اپنے رب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا چاہتے ہیں؟ یا ہم نے ایک رسم بنا رکھی ہے کہ ہر گناہ کے لئے ہم کہتے ہیں خیر ہے جی اس کے بغیر گزارا نہیں ہوتا اور یہ نہیں سوچتے کہ جن کو چھوڑ کر ہم اس طرف جا رہے ہیں ان کے بغیر گزاراہ کیسے ہو گا؟

اس طرح اپنے شیخ سے خلوص رکھئے اگر واقعی آپ کو شیخ نصیب ہو تو اور شیخ کی بڑی سادہ سی نشانی ہے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرما جائیں گے۔ طرح طرح کے لوگ ہوں گے نیک بھی ہوں گے' عابد و زاہد بھی ہوں گے' مخلص بھی ہوں گے لیکن ان میں مکار بھی شامل ہو جائیں گے' بہروپئے بھی آ جائیں گے۔ جو بظاہر بڑا نیکی کا لباس بنا لیں گے' حلیہ نیکوں کا ہو گا اور اندر سے پتہ نہیں کیا ہوں گے؟ تو کیسے فرق پتہ چلے گا؟ کسی بندے کو سمجھا جائے کہ یہ صحیح درست آدمی ہے اس کے پاس بیٹھا جائے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔ یعنی جس کے پاس رہ کر تم خود کو اللہ کے قریب لے جاتے ہوئے محسوس کرو وہ بندہ حق پر ہو گا۔ جس کے ساتھ ملنے سے تمہیں گناہ سے بچنے کا کوئی خیال دل میں پیدا ہو جائے' نیکی کی طرف بڑھنے کی رغبت پیدا ہو جائے' عمل میں صلاحیت پیدا ہو جائے' طلب صادق پیدا ہو جائے' دل میں خلوص پیدا ہو جائے' اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھری محبت پیدا ہو جائے' وہ کھرا بندہ ہو گا اور اگر وہ تمہیں دنیوی لالچ میں اور دھوکے میں لا کر اور تم سے جھوٹ بول کر تم سے فریب کر کے اس میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو پھر اگر ایسے راستے پر چل پڑو گے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ پھر طالب میں خود خلوص نہیں ہے۔

تو عبادات' یہ وعظ و نصیحت' یہ جمعے کی نمازیں یہ رواج نہیں ہے' یہ رسم نہیں ہے کہ ہم نے جمعہ پڑھ لیا چلو جان چھوٹی۔ رمضان آئے روزے رکھ لئے' قرآن ختم ہو گیا' جان چھوٹی۔ ایسی بات نہیں ہے۔ یہ بات ایسی ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ کم از کم بندہ خود کو اسس Assess کرے (اپنا تجزیہ کرے) پانچ نمازوں میں اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں یہ سوچ لیا کرو کہ شاید دوسری نماز کی باری آئے یا نہ آئے۔ نماز اس طرح سے پڑھو جیسے کوئی تمہیں بتا دے کہ اگلی نماز سے پہلے تم مر جاؤ گے یا تمہیں مار دیا جائے گا یا جیسے لوگ سولی چڑھنے والے نفل پڑھتے ہیں انہیں پتہ ہے کہ دوبارہ سجدہ کرنے کی توفیق نہیں ہو گی۔ تمہارے پاس بھی کوئی سند نہیں ہے کہ اگلی نماز تک زندہ رہو گے۔ ہر نماز کو اپنی آخر نماز سمجھ کر پڑھا کرو اگر اتنا ہم نہیں کر سکتے تو یہ تو دیکھتے رہو یار کہ میرے دل میں میرے رب کے ساتھ کتنی محبت ہے؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اتباع کی کتنی طلب ہے؟ اور جو کمی ہے اسے ہم آج پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ سے استغفار' نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر درود بھیجو' اللہ کی کتاب کی تلاوت کرو' رب سے کہو بار الہا مجھے راستہ دکھائیں تیری طرف آنا چاہتا ہوں اور وہ اتنا کریم ہے وہ فرماتا ہے۔

یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ تو تو منہ سے نہ بھی کہے تیرے دل میں یہ بات خلوص سے پیدا ہو جائے کہ اللہ! میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں' میں راستہ خود دکھا دیتا ہوں۔ اللہ کریم ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنا تجزیہ بھی کریں اور اصلاح بھی کریں۔ ہمیں مرتے دم تک اصلاح کی ضرورت ہے۔ ہمارے ساتھ بشری تقاضے ہیں' ماحول کا بوجھ ہے' حالات کا بوجھ ہے' یہ ساری ناگواریاں برداشت کرتے ہوئے آج دنیا کا جو ماحول ہے کبھی یار آپ آنکھیں بند کر کے سوچیں کتنے مخلص لوگ آپ تلاش کر سکتے ہیں روئے زمین پر۔ کتنے نایاب ہو گئے' کتنے کمیاب ہو گئے یہ جنس کتنی گراں ہو گئی اور کتنا کفر پھیلا ہوا ہے اللہ کی زمین پر اور کس طرح دندنا رہا ہے۔ ہمارے نہ چاہنے کے باوجود ہمارے

باقی صفحہ نمبر 34 پر

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا

پہلی بات کمالات نبوت میں سے بہت ہی بے مثال بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد ہیں۔ شاہد کا معنی ایسی ہستی ہوتا ہے جو کسی بات کے متعلق یقینی اطلاع فراہم کر سکے اور جس کی اطلاع یقینی نہ ہو اس کی اطلاع رد کر دی جائے۔ تو اس کی شہادت مردود ہوتی ہے اسے پھر شاہد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ مردود الشہادت کہلاتا ہے۔

تو شاہد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جس بات کی اطلاع فراہم کرے' جس بات پر گواہی دے' جس بات کے متعلق خبر دے وہ خبر حتمی یقینی اور شبے سے بالاتر ہو۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ آپ کے شاہد ہونے میں اس لئے کوئی رائی برابر شبہ نہیں کہ یہ کمال عطا فرما کر ہم نے آپ کو مبعوث کیا ہے یعنی اس کمال پر خود ذات باری نے اپنی گواہی رکھ دی کہ ہم نے مبعوث ہی آپ کو بحیثیت شاہد کے' بحیثیت گواہ کے کیا ہے اور آپ کی گواہی معمولی نہیں ہے بلکہ جملہ علوم الٰہیات اللہ کی ذات کے بارے ہوں' رب العزت کی صفات کے بارے ہوں' آسمانوں کے بارے ہوں یا ملائکہ کے بارے ہوں یا آخرت کے بارے ہوں یا عالم امر کے بارے ہوں یا کوئی بھی وہ حقیقت جو عقل انسانی سے یا مادی قوتوں کی رسائی سے یا مادی تخلیق سے بالاتر ہے۔ وہ آخرت ہو' وہ برزخ ہو' وہ جنت ہو' دوزخ ہو' وہ عذاب و ثواب کا مسئلہ ہو' وہ حشر و نشر کی بات ہو اور سب سے بڑی بات کہ خود ذات باری کے متعلق بات ہو یا صفات باری کے متعلق بات ہے۔ تو اس سب پر صرف اور صرف ایک گواہ ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یعنی صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت پر ان تمام حقائق کے علم کا مدار ہے۔ پوری انسانیت کے پاس یہ سارے حقائق جس ہستی کے طفیل پہنچے وہ شہادت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔

فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد جو مخلوق عالم وجود میں آئی' انسانیت وہ براہ راست آپ کی شہادت سے مستفید ہوئی اور اس سے لے کر آدم علیہ السلام تک تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام مستفید ہوئے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ان کی امتیں مستفید ہوئیں اپنے اپنے نبی اور رسول سے۔ تو وہ بالواسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستفید ہوئے اور آپ کے امتی بلا واسطہ براہ راست مستفید ہوئے۔

پھر یہ شہادت یکطرفہ نہیں ہے۔ یہ ایسی عجیب شہادت ہے کہ روئے زمین پر جو شخص بھی جو کچھ کرتا ہے یا جس پر اسے ثواب کی یا جس پر اسے اللہ سے انعام پانے کی یا جس پر اسے گناہ سے بخشش کی یا جس پر اسے اللہ کی

رضا مندی کی امید ہے۔ کوئی کام خواہ چھوٹا ہے یا بڑا اس کی قیمت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت پہ مقرر ہو گی۔ اگر اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرما لیا کہ میں نے یہ کام تعلیم فرمایا ہے تو وہ کام اپنی قیمت پا گیا اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی شہادت نہ دی کہ یہ کام میرا نہیں ہے' یہ میں نے نہ پسند کیا' نہ اس کے بارے حکم دیا' نہ میں نے یہ کام کرنے کے لئے کہا' نہ اس کے بارے میں نے کسی کو تعلیم فرمایا تو اسے کوئی خواہ کتنی بڑی نیکی سمجھے اس کی کوئی قیمت نہیں۔ ایک طرف ذات و صفات باری سے لے کر تمام علوم غیبیہ پر شہادت ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور دوسری طرف ایک آدمی سے لے کر عالم' ولی' صحابی' تابعی' نبی تک ساری مخلوق جس کام کو بھی نیکی کہتی ہے وہ نیکی تب ہے کہ اس پر شہادت دیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا عام گواہ نہیں' عام گواہوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ گواہی دیتے ہیں تو عدالت کی مرضی کہ اس گواہی کو من و عن قبول کر لیتی ہے پوری بات مان لیتی ہے یا ایک گواہ کہتا ہے اس آدمی نے قتل کیا ہے میں نے دیکھا عدالت مان لیتی ہے اس کی پوری بات کو۔ اس گواہ کے کہنے پر آدمی کو سزا موت کر دیتی ہے۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ اس کی پوری بات کو نہیں مانتی لیکن پوری کو رد بھی نہیں کرتی۔ وہ کہتی ہے اس کی بات ساری صحیح نظر نہیں آتی لیکن ساری شہادت رد بھی نہیں کی جا سکتی لہٰذا آدمی کو سزائے موت تو نہیں دیں گے۔ اسے دس سال قید دے دی جائے کبھی یہ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اس آدمی کو چھوڑ دو اس کی شہادت میں تو جان ہی نہیں ہے یہ کہہ تو رہا ہے لیکن قرائن بتا رہے ہیں کہ اس کی شہادت کا تو اعتبار نہیں صحیح نہیں ہے۔ فرمایا آپ کی شہادت ایسی نہیں ہے بلکہ جس بات کے آپ شاہد ہیں بھلائی کے۔

مُبَشِّرًا۔ آپ دنیا ہی میں آدمی وہ کام کرے جس کی آپ کو تصدیق کرنا ہے۔ اگر آپ اس کی تصدیق فرما رہے ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی کو بشارت بھی دے دیجئے کہ تو نے انعام پا لیا۔ اسے وہاں فیصلے سے مطلع فرما دیجئے۔ فیصلہ ہو گا میدان حشر میں۔ وہ پیش ہو گا اس کے اعمال پیش ہوں گے لیکن اگر اس کا عمل اس حکم کے مطابق ہو جس پر آپ شاہد ہوں اور آپ کو منظور ہو کہ یہ کام میں نے کہا ہے اس طرح سے کرو اسے بشارت بھی سنا دیجئے۔ آپ کی شہادت میں کسی کو وہم نہ رہے کہ کیسی ہو گی۔ یا وہ کس حد تک قابل قبول ہو گی۔ دنیوی شہادت عام گواہ کی شہادت نہیں ہو گی۔ بلکہ اس شہادت کے ساتھ فیصلہ بھی سنا دیجئے کہ تو جیت گیا کیوں جیت گیا؟ اس لئے کہ تیرے اس کردار کو میں نے پسند کر لیا۔ بات ختم ہو گئی۔ اس کے لئے یہی کامیابی کافی ہے کہ اس کے اس سجدے کو' اس کی اس ادا کو' اس کی اس قربانی کو' اس کے اس طرز فکر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند کر لیا اور ایسی شہادتیں ملتی ہیں۔

جیش العسرۃ تیار ہو رہا تھا' بہت تنگی تھی مسلمانوں پر۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر کی تیاری کا حکم دیا تو اس لشکر کا نام ہی جیش العسرۃ تنگی کا لشکر جب کھانے کو نہیں مل رہا تھا تو لشکر تیار کیا گیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جھولی بھر کر لائے سونے کے ان دراہم و دیناروں کی اور وہ آ کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دی۔ تو بخاری شریف میں موجود ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں ہاتھ مبارک ڈالتے تھے اور انہیں اس طرح پلٹتے تھے اور فرماتے تھے اس کے علاوہ عثمان عمر بھر کچھ بھی نہ کرے تو اس کی جنت کی ضمانت یہی کافی ہے۔ یعنی آپ نے شخصیات کو نام لے لے کر بشارت دی۔

ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں بیان فرما رہے تھے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے پوچھا کیوں کھڑے ہو گئے ہو۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم میرے لئے دعا کر دیجئے میں جنت میں چلا جاؤں۔ فرمایا اچھا چلو تم جنت میں چلے جاؤ گے۔ ایک اور کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گیا اب نقل سے وہ بات نہیں بنتی جو بے تکلفی سے بنی تھی وہ نقل سے نہیں بنتی وہ جیت گیا تم پر وہ لے گیا۔ وہ وقت گیا' وہ لمحہ گیا۔

یہ آپ کی شہادت کو عام شہادت یا عام گواہی نہ سمجھا جائے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نرے شاہد ہی نہیں' مبشر بھی ہیں۔ جو بات آپ کو جس کی ادا' جس کا عقیدہ' جس کا نظریہ' جس کا عمل پسند آ جائے طبع مبارک کو اسے بشارت دے دیجئے اور جو آپ کے مزاج عالی پر گراں گزرے' جو آپ کی سنت کے خلاف ہو' جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے خلاف ہو' جو آپ کی تعلیمات کے خلاف ہو اسے اس کے خطرناک نتائج بھی وہیں بتا دیجئے۔

وَّ نَذِیۡرًا۔ وہیں اسے بتا دیجئے کہ اگر تم اسی ڈگر پر ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا۔ یہ تین کمالات' کمالات نبوت ارشاد فرمائے اور تین ہی چیزیں جواب میں مطالبہ کیا رب کریم نے مسلمانوں سے یا انسانیت سے یا امت سے فرمایا۔

لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ۔ آپ شاہد ہیں۔ تمہارا حق ہے کہ تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو مانو اور اللہ پر ایمان لاؤ جیسا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منواتے ہیں۔ اللہ کو مانو **لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ**۔ کیسے جیسے شاہد عدل منواتے ہیں صرف اللہ کو مت مانو' اللہ کو مانو جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منواتے ہیں ویسا مانو۔

لتو منوا باللہ و رسولہ۔ اور اس کے رسول کو اور اللہ کا ایمان وہ ہو گا جو رسول فرمائیں گے۔

وتعزروہ۔ اس کی عظمت کا اقرار کر لو کہ کیسی عجیب ہستی ہے کہ جس کی پسند سے انعامات باری کی تقسیم کا مدار ہے اگر کسی کی ایک مسکراہٹ سے اللہ کی جنتیں ہمیشہ کے لئے نچھاور ہوتی ہوں تو وہ کس عزت کا مستحق ہے' کس عظمت کا مستحق ہے۔ **و توقروہ**۔ اس کے وقار کو پہچانو' بات کرنے میں' نام لینے میں' بارگاہ عالی میں حاضر ہونے میں' ذکر کرنے میں' ایک حد ادب کو ملحوظ رکھو کہ وہ کیسی عجیب ہستی ہے اللہ کا کتنا عجیب بندہ ہے' اللہ کی کیسی عجیب تخلیق ہے' اللہ کا کیسا حبیبؐ ہے' اللہ کے نزدیک اس کا کیا رتبہ ہے کہ جس بات پہ مسکرا دے اس پہ جنتیں لٹا دیتا ہے اور جس پہ خفا ہو جائے اس کے دو جہاں اجڑ جاتے ہیں۔ تو فرمایا جس طرح یہ تین اوصاف جامع ہیں تمام جمال نبوت کو اس طرح سے امتی کی طرف سے تین باتیں جو ہیں یہ بنیاد ہیں ورع اور تقویٰ کی کہ اس کا عقیدہ وہ ہو جو نبی نے سکھایا ہے اور اللہ کے بعد اگر کسی کی عزت کسی کی عظمت اس کے دل میں جاگزیں ہو تو وہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔

اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ **وَ تُسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّ اَصِیۡلًا**۔ اس کا انعام تجھے یہ ملے گا کہ ہر آن تم اللہ کو یاد کرتے رہو گے۔ تمہیں ایسا اپنے قریب کر لے گا کہ تم کبھی اسے بھول نہیں سکو گے۔ کبھی دن شفاف ہو' سورج طلوع ہوا ہو' دھوپ نکلی ہوئی ہو اور آدمی سوئے نہیں تو کبھی سورج کو وہ بھول سکتا ہے۔ وہ سورج سے کبھی حجاب میں نہ جائے وہ کسی مکان میں داخل نہ ہو' وہ کبھی کسی سائے میں نہ چلا جائے' سارا دن سورج اس کے سر پر چمکتا رہے تو وہ سورج کو بھول سکتا ہے وہ نہ نام لے سورج کا زبان سے۔ فرمایا اگر تم یہ کر لو میرے نبی کے ساتھ تو میرا جمال تمہارے چہروں پہ یوں چمکے گا۔ جس طرح دوپہر کا سورج کسی کے سر پر چمکتا ہے۔

سِیۡمَاہُمۡ فِیۡ وُجُوۡہِہِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعریف میں رب کریم نے فرمایا کہ ان کی پیشانیوں پر تو میری تجلیات برستی ہیں۔ اب جس چہرے پہ انوارات برستے ہوں بھلا وہ بھول جاتا ہے اللہ کو' اس سے کبھی اس کی یاد فراموش ہو سکتی ہے۔ تو فرمایا یہ ہر آن کی یاد جو ہے یہ تمہیں تب نصیب ہو گی کہ یہ درجہ پا لو تم۔

اب اس کے بعد قرآن کریم نے ایک بڑی عجیب بات کہی ہے۔ عظمت نبوت میں قرآن نے ایک بڑی عجیب بات کہی ہے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا دست قدرت ہوتا ہے۔ جو عقیدہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے مطابق کرے، جو آپ کے اس منصب عدالت کو تہ دل سے قبول کر لے اور پھر اسے یہ سعادت نصیب ہو کہ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور آپ کے دست شفقت پہ بیعت کرے تو جتنے صحابہ کو یہ شرف حاصل ہوا ان سب کا مقام یہ ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں ہاتھ دے دیا اس نے گویا اللہ کے دست قدرت میں ہاتھ دے دیا۔ اعتراض کرنا مشکل کام نہیں ہوتا اس لئے کہ اعتراض بنیادی طور پر جہالت ہوتا ہے، کوئی بھی سوال جہالت ہوتا ہے اور جواب علم سے دینا پڑتا ہے۔ کسی بھی بڑی سے بڑی بات پر جاہل سے جاہل آدمی اعتراض کر سکتا ہے۔ معترضین کا منہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن آدمی از خود تنہائی میں بیٹھ کر اللہ کو حاضر سمجھ کر کبھی یہ سوچے جو کسی نے کہا تھا۔

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے
وہ لوگ کیا تھے جو محبوب کبریا سے ملے

آدمی تنہائی میں کبھی سوچے کہ کیسی خوش نصیب مخلوق تھی، کیسے عجیب لوگ تھے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس نصیب ہوئی، جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھنا نصیب ہوا اور جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر کو چھوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات براہ راست سنے۔ جن کی آنکھوں نے رخ انور کو دیکھا، کیسے عجیب لوگ تھے، کیا نصیب لائے تھے، کتنے پیارے لوگ تھے اللہ کو، وہ کتنے خوش قسمت لوگ تھے وہ اور کیسے بے نظیر بندے تھے۔

اور یہ صحابہ کی عظمت معمولی بات نہیں۔ سوائے صحابہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باقی ساری امتوں پر ہمیشہ صرف نبیوں پر ایمان لانا ضروری رہا، مومن بننے کے لئے، مسلمان بننے کے لئے لیکن یہ صحابہ کی جماعت ایسی ہے کہ ان کے اوصاف تورات میں بھی اللہ فرماتا ہے میں نے نازل کئے، انجیل میں بھی نازل کئے قرآن کو بھی ان کے اوصاف سے بھر دیا۔ اب تورات جب نازل ہوئی موسیٰ علیہ السلام جب تورات کی تختیاں لے کر اپنی قوم کے پاس آئے اس میں ان کی تعریف جب رب نے ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ۔ ان کی یہی مثالیں میں نے تورات میں بھی ارشاد فرما دیں تو وہ قوم اگر یہ کہتی کہ ان لوگوں کی عظمت ہم نہیں مانتے تو کیا وہ مسلمان رہ جاتے وہ تو تورات کا انکار کر کے کافر ہو جاتے۔ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ۔ فرمایا ان کی باتیں میں نے انجیل میں کی ہیں۔ جب انجیل نازل ہوئی تو اس وقت جب موسیٰ علیہ السلام نے پیش کی۔ ان کی امت اگر ان باتوں کو ٹھکرا دیتی کہ نہیں ہم ان باتوں کو نہیں مانتے کیا مسلمانی رہ جاتی۔ آج ان عظیم ہستیوں پہ اعتراض کر کے آدمی بچ سکتا ہے۔ یہ اتنا نازک معاملہ ہے مخالفت کرنا یا بہتان تراشی کرنا یا دشنام طرازی کرنا یہ تو بہت دور کی بات ہے ان کی عظمت کا انکار آدمی کو اسلام سے محروم کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ اتنا نازک معاملہ ہے کہ ان کی عظمت کا انکار وہ کافی ہے انسان کو محروم کرنے کے لئے نور ایمان سے اور اللہ کی بارگاہ سے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔

اور آپ دیکھ لیں کہ جس جس شخص سے یہ جرم سرزد ہوا اس کا انجام دیکھ لیں۔ اس کے آپ افکار کو دیکھ لیں۔ وہ نہ صرف خود گمراہ ہوا بلکہ کتنے لوگوں کو گمراہی میں لے کر دلدل میں ڈوب گیا۔ اس لئے کہ ان لوگوں کے پاس ایک بہت بڑا حسن عمل تھا۔ ان کے ہاتھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کو چھو لیا تھا۔ دیکھو کیسی عجیب بات ہے، کیسی عجیب نیکی ہے اور ان کے

مزاج بھی عجیب تھے آدمی سمجھ نہیں سکتا ہے بھائی۔ نہیں سمجھ سکتا آدمی۔

مدینہ منورہ میں جب یہ لوگ ہجرت کر کے آئے تو ساڑھے تین برس کوئی شخص زرہ کھول کر نہیں سویا۔ رات کو لوہے کی زرہ پہن کر اور تلوار اپنے ساتھ رکھ کر چارپائی پر لیٹتے تھے' خطرہ ہوتا تھا کہ کفار نابود کر دیں گے۔ اس چھوٹی سی بستی کو دن کی تو بات ہی نہیں' رات کو بھی مسلح لیٹتے تھے۔ کھانے کو نہیں ملتا تھا' بھوک تھی' افلاس تھا اور خطرات اتنے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہیں کچا سا صحن ہے' کچی سی مسجد ہے۔ آج کی مسجد نہیں ہے کچھ لوگ پاس بیٹھے ہیں۔ جنت کی بات چلی تو ایک صحابی بیٹھے تھے' پھٹے ہوئے کپڑے' پریشان بال' افلاس سے اندر دھنسے ہوئے گالوں والا چہرہ' منہ پر زردی۔ وہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں تو جنت نہیں چاہئے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جس حال میں ہیں یہی طویل ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ارے او نادان رب جلیل نے تو جنت کی تعریف فرمائی' مانگنے کا حکم دیا۔ میں مانگنے کا حکم دیتا ہوں اور تو اتنا مستغنی ہے وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل بات یہ ہے۔ اب دیکھو ایک غریب ایک خالی پیٹ' پھٹے ہوئے لباس والے آدمی کی بات دیکھو اللہ کی جنت کو اہمیت ہی نہیں دے رہا کہتا ہے اصل بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تو وہ ہو گا جو کسی دوسرے کا نہیں ہم بھی جنت میں پہنچیں گے لیکن ہم تو بہت نیچے ہوں گے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس سے یہ کچے گھروندے اور خالی پیٹ اچھا نہیں جب جی چاہتا ہے آتے ہیں اور رخ انور کی زیارت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ یہ کچی مسجد بہتر نہیں جہاں جی چاہتا ہے گھس آتے ہیں اور آپ کی مجلس سے مستفیض ہوتے ہیں۔ اس جنت کو ہم کیا کریں گے جہاں آپ کے ساتھ بیٹھنا نصیب نہیں ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب نہیں پھٹک سکیں گے۔ اس جنت میں مزہ کیا خاک ہو گا۔

اور یہ بات اس بدوی نے' اس صحرائی نے' اس غریب عرب نے اتنے درد سے کہی کہ اس کا جواب رب جلیل نے قرآن میں نازل فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہو گا۔ جو لوگ میرے نبی کا اتباع کریں گے۔ **أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔** یعنی گھر اپنے اپنے ہوں گے آنے جانے سے وہاں بھی نہیں روکوں گا۔ انبیاء کے پاس جاؤ شہداء کے پاس جاؤ' صلحاء کے پاس جاؤ' جس جس سے جس کا واسطہ ہے۔ اس کی منزل پر جانے سے منع نہیں کروں گا۔ عجیب لوگ تھے کہ جنت بھی تب قبول کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی حاضری کی اجازت وہاں ہو۔ ورنہ جنت کیا خاک' ہم جنت کو کیا کریں گے۔

اور یہی اثر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے' بیعت کا حضور سے' تعلق کا اثر یہ ہے کہ رب جلیل فرماتے ہیں۔ **ان الذین یبایعونک۔** بے شک جو لوگ تیرے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ **انما یبایعون اللہ۔** بے شک وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ **ید اللہ فوق ایدیھم۔** اللہ کا دست قدرت ہے ان کے ہاتھوں پر یہاں تک تو بات پہنچی۔ عجیب بات یہ ہے کہ قرآن حکیم قیامت تک کی انسانیت کے لئے ہے۔ نبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیامت تک کی انسانیت کے لئے ہے۔ جو برکات ہیں نبوت کی' جو احکام ہیں نبوت کے' جن چیزوں سے روک دیا اوامر اور نواہی قیامت تک کے لئے ہیں۔ بیعت صرف ایک عہد کے لئے ہوئی' ختم ہو گئی تو پھر انصاف تو نہ ہوا۔

یعنی آج بھی اگر کوئی اطاعت کرے تو ثواب پاتا ہے' نافرمانی کرے تو عذاب پائے گا۔ اس دور میں بھی اطاعت کرتا تو ثواب پاتا۔ نافرمانی کرے گا عذاب پائے گا۔ آج بھی قانون وہی ہے رب جلیل کا جو اطاعت کرے گا ثواب پائے گا جو نافرمانی کرے گا عذاب پائے گا۔ سادہ سی بات ہے آج بھی

نبوت وہی ہے کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ کتاب بھی وہی ہے تو پھر پچھلی امت کو اسی شرف سے محروم کر دینے کا کیا مطلب۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ اصول ربوبیت کے خلاف ہے کہ کچھ انعامات کسی بھی بہترین درخت کے ساتھ کچھ عرصہ ایک پھل لگے' کچھ عرصہ اس پر آم لگیں' پھر کچھ عرصے بعد اس پر امرود لگنے شروع ہو جائیں بعد والوں کے لئے یہ نہیں ہوتا۔

وہ برکات ہمیشہ کے لئے ہوتی ہیں۔ ایک بات یقینی ہے۔ زمانہ جیسے جیسے بدلا تو زمانے کی خیر کے اعتبار سے مدارج میں فرق آتا چلا گیا جو نماز اسی عہد میں جس نے سجدہ ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جو سجدہ آج کیا جاتا ہے۔ اس میں جو فرق برکات نبوی زمانہ کی وجہ سے ہو گا۔ وہ یقیناً ہو گا کہ زمانہ وہ نہیں زمانہ بدل گیا نبوت وہی ہے' حکم وہی ہے' اس پر ثواب و عذاب کا وعدہ وہی ہے لیکن زمانہ وہ نہیں زمانہ بدل گیا۔

خیر القرون کی اپنی برکات ہیں۔ اس کے بعد کی اپنی برکات ہیں اور اس کے بعد کی اپنی برکات ہیں حتی کہ جوں جوں زمانہ اقدس سے وقت دور ہوتا جاتا ہے تو وہ انوارات' وہ برکات اپنی قوت کے اعتبار سے کم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہ اصول فطرت ہے چونکہ زمانہ تو وہ نہیں' وقت تو وہ نہیں' باقی چیزیں تو وہ ہیں۔

اس لئے جن لوگوں نے زمانہ اقدس پایا اور انہیں شرف زیارت نصیب ہوا بیعت بعد میں ہوئے۔ زیارت سے شرف صحابیت پہ مشرف ہو گئے تو صحابی کہلائے لیکن جنہوں نے زمانہ نہیں پایا صحابہ کی صحبت میں آئے وہ تابعی کہلائے۔ چونکہ ہم زمانہ نہ تھے وہ ہم عصر نہ تھے وہ دور بیت گیا۔ اس وجہ سے ان برکات کی قوت میں فرق آتا چلا گیا۔

تو یہ نعمت نہیں چھینی گئی فرق یہ ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دار دنیا سے وصال فرمایا۔ آپ برزخ میں تشریف فرما ہوئے اب مسئلہ موت و حیات درمیان میں لے آتے ہیں۔ لوگ اور تکلف اتنا بھی نہیں کرتے کہ موت و حیات کو پہلے سمجھ لیں کہ یہ دو چیزیں پہلے کیا ہیں۔ اگر اتنا تکلف کر لیں تو شاید زیادہ پریشانی نہ ہو۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ۔ دونوں مخلوق ہیں حیات بھی اور موت بھی۔ حیات اور موت دو اللہ کی تخلیقات ہیں اور دونوں کی عمروں میں اتنا فرق ہے کہ میدان حشر کے بعد حیات انسانی کا حقیقی عرصہ شروع ہو گا اور موت کو میدان حشر میں معدوم کر دیا جائے گا۔ اس کا عرصہ حیات پورا ہو جائے گا۔ یعنی موت کی ساری قوت اس وقت تک ہے جب قیامت قائم ہو گی۔ تو موت کو اس کے بعد ختم کر دیا جائے گا۔ نہ جنتی مریں گے' نہ دوزخی مریں گے' موت رہے گی ہی نہیں سرے سے۔ جس کسی کو مرنا ہے پہلے مر چکا ہو گا۔ اور حیات انسانی اپنی حقیقی قوت کے ساتھ اس وقت شروع ہو گی۔ تو موت کا تو اتنا پیٹ ہی نہیں کہ وہ حیات انسانی کو کھا سکے' انبیاء کی حیات کو رہنے دیجئے۔

آپ حیات انبیاء کو رہنے دیجئے' عام انسانی حیات کو نگلنا موت کے بس کی بات ہی نہیں۔ ایک بالشت کا سانپ دس گز کے اژدہا کو نہیں نگل سکتا یعنی موت کے پاس تو اتنی وسعت ہی نہیں جتنی وسعت حیات انسانی کے پاس ہے۔ چونکہ جہاں موت کا خاتمہ ہے وہاں سے حیات انسانی کی حقیقی ابتداء ہے۔

اور موت کسی فنا یا عدم کا نام نہیں ہے۔ موت صرف ایک تبدیلی کا نام ہے۔ جس طرح عالم امر سے انسان شکم مادر میں یا پشت پدر میں آیا وہاں سے شکم مادر میں آیا' شکم مادر کی موت دنیا کی پیدائش ہے اور دنیا کی موت برزخ کی ولادت ہے یہاں سے وہاں چلا گیا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانے کا نام موت ہے۔ مومن اور کافر کی موت میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔ مومن کی موت پر اللہ کے فرشتے استقبال کے لئے آتے ہیں' کافر کو گرفتار کرنے آتے ہیں۔ کسی کے استقبال کے لئے آئے اور کسی کی گرفتاری کے لئے آئے۔

يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ۔ منہ پر مارتے ہیں' انہیں پٹھوں پر مارتے ہیں۔ انہیں سزا دے کر لے جاتے ہیں' گرفتار کرے انہیں عزت و احترام کے ساتھ اٹھا کر لے جاتے ہیں بڑا فرق ہے۔ عام مومن اور صالح کی موت میں فرق ہے۔ صالح اور شہید کی موت میں فرق ہے بلکہ اللہ فرماتا ہے۔

کہ تم سمجھ نہیں سکتے شہید کو مردہ سوچا ہی نہ کرو یہ سوچا ہی نہ کرو کہ یہ مرچکا ہے حالانکہ شہید وہ ہے جس نے نبی کی نبوت پر شہادت دی' اپنی جان دے کر نبی کی نبوت پر شہادت دی۔ اب جس نے ذات باری کے وجود پر شہادت دی جو اللہ کا رسول ہے۔ اس کی حیات کے بارے اگر کسی کو شبہ ہے تو اسی نے موت و حیات کو سمجھا ہی نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی موت' موت نہیں ہوتی جسے میں اور آپ ہمیں جیسے موت آتی ہے ایسی نہیں ہوتی بلکہ انبیاء کی موت نام کی موت ہوتی ہے مولانا تھانوی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لکھی ہے۔

کہ جیسے کوئی بلب جل رہا ہو اس نے ماحول کو روشن کیا ہو اور آپ اس پر ایک فانوس لا کر رکھ دیں اور اس کی روشنی اس فانوس میں محدود ہو جائے یعنی روح کے جو تعلقات عالم دنیا سے ہوتے ہیں ان کا رخ ادھر سے پھیر کر عالم برزخ سے منسلک کر دیا جاتا ہے۔ ارواح انبیاء رہتی وجود اقدس میں ہی ہیں اور خصوصاً" جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کا تعلق ہے۔ تو اللہ کی ساری کائنات کی ارواح میں افضل ترین روح محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جتنے وجود رب جلیل نے بنائے سب میں افضل ترین وجود' وجود محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اگر روح اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وجود عالی سے جدا کر کے کہیں بھی بھیجا جائے گا تو وہ مقام وجود اطہر سے درجے میں کم تر ہو گا اور کون ایسا بدبخت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ وصال کے بعد آپ کی روح اطہر پہلے سے کم تر مقام پر تشریف لے گئی۔ ہے کسی کا عقیدہ اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھے تو کیا یہ بات مناسب ہے کہ ہم ہر ولی' ہر نیک کے متعلق تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وصال کے بعد پہلے سے اعلیٰ جگہ پائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال کے بعد پہلے سے کم تر جگہ پر تشریف لے گئے۔ یہ انصاف ہے اور اگر یہ انصاف نہیں ہے تو وجود عالی سے اعلیٰ جگہ کائنات میں بتاؤ کون ہے خواہ وہ جنت ہو' خواہ وہ عرش ہو' خواہ وہ کرسی ہو کوئی وجود جو رب نے تخلیق کیا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اطہر پر فضیلت نہیں رکھتا۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال روح اور وجود کی جدائی کا نام نہیں ہے بلکہ دنیا سے تشریف لے جا کر برزخ میں جلوہ افروز ہو گئے۔ اتنی سی بات ہے روضہ اطہر کا آج بھی وہی ادب ہے جب مسجد نبوی میں حضور تشریف فرما ہوتے تھے جو اس وقت ادب ہوتا تھا' جو اس ادب کا پاس نہیں رکھتا وہ اسی بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو حیات دنیوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہوتی تھی اسی طرح آواز نہ بلند کرنے کا حکم ہے۔ انہیں تمام اداب کا حکم آج بھی موجود ہے۔ علماء سے پوچھ لیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات دنیوی میں موجود تھے ان میں کوئی فرق نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو نکاح ثانی کی اجازت نہیں ہے' وراثت تقسیم نہیں ہوئی جنازہ میری اور آپ کی طرح نہیں پڑھا گیا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ۔ نا نہیں صرف یہ شہادت دی درود شریف پڑھا گیا اور یہ گواہی دی گئی کہ اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرے نبی نے تبلیغ کا دین پہنچانے کا حق ادا کر دیا اور ایک ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اپنی اپنی گواہی دی نہ کوئی جماعت ہوئی' نہ کوئی امام بنا' نہ کوئی مقتدی یہ بہت سی ساری چیزیں مختلف ہیں۔ اس وقت میں تو ایک الگ موضوع ہے۔

تو رب جلیل نے اس نعمت کو بھی باقی رکھا اور یہ

جتنے اصحاب سلاسل ہیں۔ ان کے پاس فضیلت یہ تھی کہ یہ آدمی کی ارواح کو اس قدر مصفیٰ کرتے' دلوں کو اس قدر منور کرتے' اس قدر روشن کرتے اور اسی کو اصلاح تصوف میں فنا فی الرسول کہا گیا ہے اور باقی تمام سلاسل سے ہٹ کر اس نسبت اویسیہ والوں نے ظاہری بیعت لینا ہی مناسب نہ سمجھا بلکہ ان کا قاعدہ ہی یہ رہا ہمیشہ کہ ہمارے ساتھ وہ آدمی سفر کرے جو اتنا مجاہدہ کرے' جو حلال و حرام میں اتنی تمیز رکھے' جو نیکی اور بدی پہ اس قدر عمل کر سکے' جو عقائد کی اس طرح اصلاح کرے اور جو اپنے اندر یہ عشق' یہ محبت' وہ جذب' وہ جلن پیدا کر سکے' وہ تڑپ پیدا کر سکے کہ ہمارے ساتھ اتنا مجاہدہ کرے کہ اپنی روح کو منور کر کے برزخ بارگاہ عالی نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں عالی صاحب الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہو اور اپنی روح کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کے سامنے پیش کر دے۔ آج بھی آپ کے دست اقدس پر بیعت کرے۔ آپ اگر اکابر صوفیوں کے حالات پڑھیں تو بڑے بڑے فخر سے انہوں نے اللہ کا شکر کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ میں نے قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے۔ میں نے بیعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے۔ میں نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی ہے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس کام کا حکم دیا ہے۔ اس طرح کی بے شمار۔ بہت بڑی بات جب وہ کرتے ہیں تو صرف اس بات تک پہنچتے ہیں اور نسبت اویسیہ والوں نے تو اسے یوں رکھا کہ ظاہری بیعت لینے سے ہی انکار اس لئے نہیں کر دیا کہ یہ بیعت کے منکر تھے۔ اس لئے کر دیا کہ ظاہری بیعت لینے کے لئے بے شمار لوگ مل جاتے تھے۔ جو ظاہری اصلاح کر سکتے تھے تو انہوں نے کہا کہ اس کام کے لئے چونکہ لوگ دنیا میں موجود ہیں آپ ان کے پاس جائیں لیکن اگر کوئی اتنی طلب رکھتا ہے کہ وہ اپنی روح کو آج بھی بارگاہ عالی میں پیش کرنا چاہتا ہے اور آج بھی یہ مزا لینا چاہتا ہے۔

ید اللہ فوق ایدیھم۔ اور یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ بندے کے ہاتھ پر دست قدرت باری کیسے آتا ہے تو وہ ہمارے ساتھ آ جائے۔ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ کے آخری ایام میں فیصلہ ہوا اور یہ بھی بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ تھا ماوشما کا نہیں کہ یہ عہد عمومی گمراہی کا ہے اور لوگ ایسے لوگوں سے بیعت ہوتے ہیں جن کے اپنے عقائد اور اعمال درست نہیں۔ بیعت ظاہری کا اہتمام کیا جائے کہ اگر سارے لوگ برکات باطنی حاصل نہ کر سکیں تو ظاہری طور پر منسلک ہو کر کسی بدکار کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے بچ جائیں اور یہ پہلی بار اس سلسلہ عالی میں اس سنت کا احیاء ہوا ورنہ یہ سمجھتے تھے کہ جو کام اور بزرگ کر رہے ہیں اس کی ہمیں کرنے کی کیا ضرورت ہے یہ سنت ختم تو نہیں ہو رہی۔ جب ہو رہی ہے اور جگہ پر یہ کام ہو رہا ہے تو لوگوں کو وہاں جانا چاہئے جسے صرف ظاہری اصلاح کی طلب ہے' ظاہری اصلاح کی ضرورت ہے تو وہ تو جہاں جہاں یہ حضرات تشریف رکھتے ہیں وہاں جائیں اور کریں بیعت لیکن جب اس میں بھی اشتباہ پیدا ہونے لگا ور بیشتر اکابر کی جگہ پھر اچھے لوگوں کی جگہ ایسے لوگ آ گئے جن کی اپنی اصلاح کی ضرورت تھی۔ جو محض دنیا داری میں پھنس گئے یا جن کے عقائد و نظریات میں فساد آ گیا یا محض دولت ان کا مقصد حیات بن گئی۔ جاہ طلبی آ گئی تو اب آ کر اس سنت کو بھی اس لئے جاری کیا گیا کہ لوگوں کو ایک ایسا دروازہ میسر کیا جائے جہاں کم از کم انہیں صاف ستھرے عقائد تو ملتے رہیں ورنہ ہمارے ہاں بحمد اللہ آج بھی پورے طور یہی کوشش کی جاتی ہے کہ ہر آنے والا کم از کم' کم از کم' کم از کم کچھ بھی حاصل نہ کر سکے تو کم از کم بارگاہ نبوی تک ہم اسے گھسیٹ کر ضرور لے جائیں۔ ہماری اپنی یہ طلب ہوتی ہے' ہماری اپنی یہ آرزو ہوتی ہے' ہماری اپنی یہ خواہش ہوتی ہے۔

اور میں نے یہ دیکھا حضرت رحمت اللہ علیہ کے پاس جب ہم جاتے تھے تو آپ کی مسجد کا پانی بھرنے والا جو بابا تھا وہ بھی فنا فی الرسول تھا۔ موذن بھی فنا فی الرسول ہوتا تھا۔

جو بھی وہاں نمازی تھے وہ بھی سارے ہوتے تھے خواہ وہ پانچ تھے یا سات تھے یا دس تھے اور یہ اللہ کا احسان بھی ہے کہ صرف یہاں نہیں دنیا کا شاید ہی اسرائیل کے علاوہ کوئی ملک نہ ہو جہاں ایسے لوگ موجود نہ ہوں جو آج بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کو روبرو دیکھتے ہوں۔

یوں تو ہر شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے لیکن میرے خیال میں یہ دلیل اس دعوے پر پیش کرنا کہ میرے پاس آیئے میں آپ کو بھی اس بارگاہ میں لے چلتا ہوں۔ یہ آسان نہیں ہے۔ یہ دعویٰ آسان ہے کہ مجھے بھی یہ کمال حاصل ہے لیکن اس کے ساتھ یہ دلیل پیش کرنا کہ میرے ہمراہ چلئے آپ کو بھی وہاں تک لے چلوں یہ آسان نہیں ہے اور یہ اس نسبت عالی میں اس سلسلہ عالیہ میں بحمد اللہ یہ فضیلت موجود ہے کہ ہندوستان میں اس نسبت کے حامل فنا فی الرسول لوگ موجود ہیں۔ بنگلہ دیش میں موجود ہیں' پاکستان میں موجود ہیں' سعودی عرب میں ہیں' مڈل ایسٹ کی دوسری ریاستوں میں ہیں' افریقہ میں ہیں' برطانیہ میں ہیں' امریکہ میں ہیں' کینڈا میں ہیں اور یہ سیکنڈے نیوین کنٹریز میں سے ناروے میں ہیں' سویڈن میں ہیں' فرانس میں دوست ہیں جو اس نسبت کے حامل ہیں' مشرق کی طرف اب الحمد اللہ منصور آ گئے تھائی لینڈ سے اور بحمد اللہ الحمد اللہ بیعت ہو کر جائیں گے اور یہ نہیں کہ ہم کہتے ہیں تمہیں ہو گئی ہمارا تو اصول یہ ہے کہ جب وہ شخص کہتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اسے بیعت کرا دیتے ہیں ہم نہیں کہتے کہ تمہیں یہ ہو رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ نظر آ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے میں کہاں پہنچتا ہوں اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس گئے گزرے زمانے میں بایزید بسطامی تو بننے سے رہے لوگ لیکن جہاں سے چلتے ہیں وہاں سے بڑا فاصلہ طے کر لیتے ہیں۔ جہاں لوگ اب ہیں عقائد کے اعتبار سے' اعمال کے اعتبار سے تو ہر شخص اپنی اس حیثیت کے مطابق فاصلے کو دیکھے تو لوگ بڑا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔

اور اس کے ساتھ وقت تو آج بھی اس پہ پورا نہ ہو سکا۔ یہ بات تو پھر ادھوری ہی رہ گئی۔ میں ایک بات ضرور عرض کر دوں۔ کہ یہ سلاسل تصوف جتنے ہوتے ہیں یہ سارے ہی دراصل اللہ کی طرف سے برکات نبوت کی تقسیم کے ذرائع ہیں۔ یہ سارا کمال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات با برکات کا ہے۔ یہ ساری صفات آپ کی ہیں۔ سارا جمال آپ کا ہے۔ سورج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ ہم سب دیواریں ہیں جو دیوار ذرا چمکا دی جاتی ہے اس سے منعکس ہو کر شعاعیں آگے پہنچنا شروع ہو جاتی ہیں۔ بات صرف اتنی ہے ان کی بارگاہ نبوت میں اپنی ایک قدر قیمت ہوتی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی عزت کے مستحق ہیں۔

آپ مجھے دیکھ لیجئے۔ الحمداللہ مجھے تیس برس سے اوپر اب عرصہ جا رہا ہے اس سلسلہ عالی میں لیکن مجھے یاد نہیں کہ ان تیس اکتیس برسوں میں کوئی ذکر میرا ایسا ہو جس میں میں نے مشائخ سے اجازت طلب نہ کی ہو حالانکہ اللہ نے مجھے تاریخ تصوف میں وہ ذمہ داریاں عطا فرمائی ہیں اور وہ احسان ہے مجھ پر اللہ کا کہ شاید ہی شاید ہی کسی کو نصیب ہو۔ بہت مشکل کام ہے کہ پورے روئے زمین کے انسانوں سے کوئی کہہ دے کہ میرے پاس آؤ میں تمہیں فنا فی الرسول کراتا ہوں یہ آسان نہیں ہے۔ اللہ نے مجھ پر احسان کیا ہے کہ میرے ساتھ اگر کافر نے اسلام قبول کیا اور دس دن رہا ہے تو اسے بھی فنا فی الرسول حاصل ہو گیا اور ایسے لوگ موجود ہیں بحمداللہ۔ اس کے باوجود مجھے یہ جرات نہیں ہوتی کہ میں اپنے آپ کو کوئی شے سمجھوں یا میں اپنے برتے پہ کوئی کام کروں یا میں اپنی پسند سے کوئی قدم اٹھاؤں۔ اس لئے کہ میں ازخود کچھ بھی نہیں ہوں یہ جو کچھ ہے یہ سب عطا ہے اللہ کی اور کسی کے طفیل' کسی کی وساطت سے برکات نبوت ہیں۔ ہم اس کا ذریعہ بن گئے ہیں یہ اللہ کا کرم ہے اور وہ کسی دوسرے کو بھی بنا سکتا ہے۔

اسی طرح ان برکات کے حصول کے لئے صرف ایک

سفارش چاہئے اور وہ ہے آپ کا خلوص۔ کسی انسان کی کیا، کسی فرشتے کی سفارش کی بھی ضرورت نہیں ہے صرف آپ کا اپنا خلوص اس راستے کا زاد راہ ہے جتنی طلب، جتنا خلوص کسی کے دل میں ہو گا اتنی ہی اسے اس طرف سے نعمت مل جائے گی۔ ورنہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقتی طور پر شیخ کے پاس بیٹھے ہوئے لطائف چمکنے لگتے ہیں روشنیاں نظر بھی آنے لگتی ہیں جب جاؤ تو خالی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ کسی کے پاس بیٹھنے سے تپش ہو رہی تھی اس کے اپنے دل میں خلوص نہیں ہوتا وہاں وہ اپنی جگہ نہیں بناتا کام وہ آئے گی جو اپنے دل میں جگہ بنا لے اور پھر یہ اللہ کا احسان ہے کہ ہم نے اسے عام تصوف کی روش سے ہٹ کر اس کے لئے بہت بڑی قوت چاہئے کہ آدمی کاروبار حیات معمول کے مطابق کرتا رہے، اپنی جاب بھی کرے، اپنی دوکانداری بھی کرے، اپنی کاشتکاری بھی کرے اور معمولات دنیا میں بھی پورا حصہ لے کر پھر اسے منازل سلوک بھی کرائے تو یہ بہت مشکل کام ہے یہ صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا منصب ہے ورنہ صوفی لوگوں کو چھڑا دیتے ہیں دنیا سے الگ کر کے گوشہ نشین کر کے انہیں تنہائی میں بٹھا کر محنتیں کراتے ہیں۔ ہم پر اللہ کا یہ بڑا احسان ہے کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہم نے کسی کو کام چھوڑنے کے لئے نہیں کہا۔ حرام چھوڑنے کے لئے ضرور کہتے ہیں۔ باتیں کرنے سے منع نہیں کرتے لیکن فحش کلامی اور جھوٹ سے منع ضرور کرتے ہیں، غلط کاموں سے منع کرتے ہیں۔

اتباع شریعت جو اللہ نے حلال کیا ہے اس سے ہم کبھی نہیں روکتے، بھرپور زندگی گزارو۔ اس کے ساتھ اوقات ذکر کو بھی اپنا وقت دو۔ اس پر محنت کرو، مجاہدہ کرو اور دیکھو۔

بیاتا در مدینہ نور احمد بگینی از درو دیوار دانے
جمال مصطفےٰ بے پردہ بینی چوں خورشید کے بے ابر
اور میرے خیال میں اتنی بڑی دولت شاید روئے

زمین کی سلطنت دے کر بھی نہیں مل سکتی۔

بقیہ اصول ونتائج

گھروں میں، ہماری بیویوں، بیٹیوں، بچوں کے سامنے سارے کافرانہ پروگرام چل رہے ہیں۔ کوئی روک نہیں سکتا۔ ہم کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ہم کیسے مسلمان ہیں۔ کیا خلوص ہے ہم میں؟ کافرانہ قانون چل رہے ہیں، کافرانہ نظام چل رہا ہے۔ ہم کافر سے بھیک مانگنا فخر سمجھتے ہیں، کافر کا جھوٹا کھانے پر ہمیں ناز ہوتا ہے۔ کیا کیا تعلق ہو گا ہمارا اللہ سے! کیا رشتہ ہے ہمارا نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے، کیا قربانی دی ہم نے اس رشتے کے لئے، کیا چھوڑ رہے ہیں ہم اس ذات کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھنے کے لئے؟ یار اس کو سوچو، اس کا تجزیہ کرو۔ آج وقت ہے اللہ توفیق دے تو خود کو سنبھالو۔ اپنے آپ کو، اپنے رب اور رب کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پہ ڈٹ کر کھڑا کرو اللہ سے بات بن گئی تو دنیا آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور توفیق عطا فرمائے۔

شرطِ قبولیّت

اللہ تعالیٰ کسی قول کو بغیر عمل کے اور کسی قول وعمل کو بغیر نیت کے اور کسی قول وعمل ونیت کو بغیر مطابقت سُنت کے قبول نہیں کرتا۔

(ارشاد نبویؐ)

انٹرویو

علماء موجودہ نظام کی تقویت کا سبب بن رہے ہیں

ہم اسٹریٹ پاور سے اس گلے سڑے نظام کو ختم کر دیں گے

عرفان صدیقی

معروف عالم دین مفکر اور مصلح مولانا محمد اکرم اعوان سے انٹرویو۔

اسلام آباد سے کوئی ڈیڑھ سو کلو میٹر دور سطح مرتفع پوٹھوہار کی ناہمواریوں کے بیچوں بیچ، ضلع چکوال کے ایک مختصر سے قصبے "منارہ" میں ایک جہان فکر و عمل آباد ہے۔ تصوف کے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ اور ذکر الٰہی کی روحانی رفعتوں کا مرکز دارالعرفان' دین و دنیا کو ہم آہنگ کرنے والے تعلیمی نصاب کی عملی تدریس کا مرکز صقارہ اکیڈمی' سماجی خدمت کا موثر پروگرام رکھنے والی "الفلاح فاؤنڈیشن" اور متعفن سیاسی نظام کے خلاف عزم جہاد کی حامل تنظیم الاخوان' سب ایک ہی سرچشمہ فکر کے روشن استعارے ہیں۔ اس وسیع اور ہمہ جہت مشن کی فکری آبیاری اور عملی رہنمائی کرنے والی جامع صفات شخصیت کا نام ہے' مولانا اکرم اعوان۔

۱۹۳۴ء میں ایک زراعت پیشہ اعوان خاندان میں پیدا ہونے والے خوبرو محمد اکرم نے عہد شباب تک کوہستان نمک کر گرد و نواح میں برسوں سے بل کھاتی رنجشوں اور بس گھولتی خاندانی کدورتوں کو قریب سے دیکھا۔ گورنمنٹ کالج چکوال میں پہنچنے تک یہ دراز قامت' قوی الجثہ اور وجیہہ نوجوان اپنے قبیلے کا بازوئے شمشیرزن بن چکا تھا۔ کئی مورچے لگائے اور کئی معرکے سر کئے تب ایک شام چکڑالہ ضلع میانوالی سے تعلق رکھنے والے معروف عالم دین اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بانی حضرت مولانا اللہ یار خان منارہ تشریف لائے' ان کا دلنشین بیان سننے والوں میں منارہ کے اعوانوں کا تند خو بیٹا محمد اکرم اعوان بھی تھا۔ بیان ختم ہوا تو محمد اکرم کے اندر ایک زلزلہ بپا تھا۔ ایک بستی فنا ہو رہی تھی اور ایک جہان تازہ نمو پا رہا تھا' اس لمحے کے بعد سے محمد اکرم اعوان کی زندگی شیخ المشائخ کی صحبت و رفاقت کے لئے وقف ہو گئی۔ حضرت مولانا اللہ یار خاں نے رحلت فرمائی تو اپنا سارا اثاثہ علم و ہنر اپنے پرعزم مرید کے حوالے کر گئے' مولانا محمد اکرم اعوان سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ قرار پائے۔

"منارہ" کا دارالعرفان' مولانا محمد اکرم اعوان کا مرکز ہے' جہاں ذکر و فکر کی محفلیں سجتی ہیں آپ تصوف کو گوشہ نشینی اور ترک دنیا کا نہیں تیشہ کوہکن لے کر سنگلاخ چٹان سے جوئے شیر بہانے کا نام دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی سرگرمیوں کا دائرہ زندگی کے تمام اہم شعبوں تک پھیلا رکھا ہے۔ اکسٹھ سال کی عمر میں بھی وہ بے حد متحرک اور فعال ہیں۔ ایک ہمہ گیر اسلامی انقلاب کے لئے وہ اپنا فلسفہ فکر اور طریقہ کار رکھتے ہیں اور اپنا حلقہ اثر بڑھانے کے لئے نگری نگری گھوم رہے ہیں۔ ان کے مریدوں اور مداحوں کی تعداد تیزی سے پھیلتی جا رہی ہے' جن میں ہر شعبہ حیات کے افراد شامل ہیں۔ مولانا کے نظام فکر و عمل سے اختلاف ممکن ہے' لیکن ان کے خلوص پر شک کے لئے بدگمانی کا بے پایاں ملکہ چاہیے۔

س۔ آپ ایک سلسلہ تصوف کے شیخ اول ہیں۔ سلسلہ اویسیہ نقشبندیہ تقریباً" چار سو سال بعد اسلام میں ایک نئے سلسلہ تصوف کا آغاز ہے، ہم مسائل کی جس چتا میں جل رہے ہیں کیا تصوف اس کا کوئی حل پیش کرتا ہے، کیا تہذیب نو کی یلغار روک سکتا ہے؟

ج۔ عرفان صدیقی صاحب! سب سے پہلے تو میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کا ممنون ہوں کہ جو بات میں کہنا چاہتا ہوں آپ اسے ہمارے احباب تک پہنچانے کا سبب بنے۔

تصوف دراصل ترجمہ کیا گیا ہے تزکیہ سے۔ قرآن مجید نے فرائض نبوت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور جو دعوت قبول کر لے اس کا تزکیہ فرماتا ہے۔" پیغمبر تزکئے کے بعد انہیں قرآن حکمت کی تعلیمات سے آگاہ فرماتا ہے کیونکہ وہی قرآن و حکمت اگر ایک غیر مسلم محقق پڑھتا ہے تو اسے اعتراضات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مستشرقین نے یہی کچھ کیا ہے۔ قرآن مجید کے پہلے تراجم اکثر و بیشتر عربی سے فارسی میں ہوئے۔ باقی زبانوں میں بہت بعد میں آئے چنانچہ جب "تزکیہ" کا لفظ فارسی میں ڈھالا گیا تو اس کا ترجمہ تصوف کیا گیا۔ حضور ﷺ نے جو قوم تیار فرمائی اس کی پوری تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ کوئی بندے باہر سے امپورٹ (Import) نہیں کئے گئے۔ لوگ وہی تھے، جو اپنی نادانی، جہالت، رسومات، مشرکانہ انداز، سخت گیر، اپنے بدویانہ انداز یا اس وقت کے معاشرے میں پائی جانے والی تمام خرابیوں میں بری طرح دھنسے ہوئے تھے، لیکن جب وہ حضور ﷺ کی نگاہ کرم سے مستفید ہوئے تو سب سے بڑی تبدیلی یہ آئی کہ ان کی پسند ناپسند تبدیل ہو گئی۔ پہلے وہ ڈاکہ ڈال کر خوش ہوتے تھے، اب وہ مزدوری کر کے اور اپنی کمائی دوسروں میں تقسیم کر کے خوش ہونے لگے۔ یہ تزکئے کا عمل تھا۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ "ان کی کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک اللہ کا ذکر کرنے والا ہو گیا" یعنی ان کا ہر جسمانی خلیہ (Body Cell) ذاکر ہو گیا۔ اس ذکر الٰہی نے ان کی صلاحیتیں بڑھا دیں اور ان کے ایمان و یقین کو مستحکم کر دیا جس کی وجہ سے انسانیت ایک عظیم انقلاب سے روشناس ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم نے بغیر کسی شرط کے ذکر الٰہی کو لازم قرار دیا۔ انسان کا وجود پاک ہے یا نہیں، وہ باوضو ہے یا نہیں، وہ کھڑا ہے یا چل رہا ہے، بیٹھا ہے یا سو رہا ہے، وہ میدان کارزار میں ہے یا گھر میں، وہ بازار میں ہے یا کسی اور مقام پر، ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتا ہے یہ (Compulsion) دے دی گئی، جو غیر مشروط اور لا محدود ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے "جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اپنے اپنے کام کاج میں نکل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔" آپ اگر مسلمانوں کی تاریخ دیکھیں تو جتنے بھی ائمہ کرام آپ کو فیلڈ میں نظر آئیں گے، فوجی جرنیل ہوں، اعلیٰ اور نیک صلاحیتوں کے مالک حکمران ہوں یا فقہ، حدیث اور تفسیر کے ائمہ ہوں یہ سارے آپ کو ذاکر ہی ملیں گے۔ جب مسلمانوں سے اللہ کا ذکر چھوٹا یا آپ کہہ لیجئے کہ تصوف کا دامن چھوٹا تو ان کے ایمان و یقین کی قوت اس پائے کی نہ رہی۔ اس کے علاوہ آپ انقلابات تاریخ پر نظر ڈالیں، مسلمانوں میں جب بھی انتہائی کمزوری آئی تو کسی نہ کسی صوفی سے پھر قلوب منور ہوئے، دلوں کو جلاملی، ذہنوں میں نئی روشنی آئی اور ایمان کو حیات نو ملی جس سے ایک نیا انقلاب رونما ہوا۔

رہ گیا آپ کے سوال کا یہ حصہ کہ تصوف کس حد تک تہذیب حاضر کے چیلنج کا سامنا کر سکتا ہے تو میں عرض

کروں گا کہ تہذیب نو کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کو اسی طرح "ذکر" کی ضرورت ہے' جس طرح میدان کار زار میں ڈھال کی۔ آج آپ مغرب کے ہر ہتھیار سے کیوں خوفزدہ ہیں؟ کیوں ڈرتے ہیں' ڈش انٹینا سے کہ جو بھی اسے دیکھے گا پھسل جائے گا؟ اس لئے کہ ایمان و یقین میں ضعف ہے۔ اگر دل ذاکر ہو تو وہ اس سے متاثر نہیں ہو گا بلکہ اس کی خرابی کا ادراک کر کے اس کا علاج سوچے گا۔ ان حالات میں' میں سمجھتا ہوں کہ تصوف یا ہمارا سلسلئہ ذکر عہد حاضر کے چیلنج کا سامنا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

س۔ عمومی تاثر یہ ہے کہ تصوف' روحانیت کی جلا اور بعض انوارات و مکاشفات سے عبارت ہے۔ وہ عملی زندگی کے مسائل اور جهد و عمل سے دور لے جاتا ہے؟

ج۔ تصوف میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک ہوتی ہے تعمیر فطرت' دوسری یہ کہ جب آپ ذکر اذکار کرتے ہیں تو کچھ انوارات' کچھ مشاہدات اور کچھ مکاشفات اسے متاثر کرتے ہیں۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ انہیں بھی ایسے روحانی تجربات پیش آئے' لیکن بہت کم۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ صرف یہی ہے کہ وہ تعمیر فطرت اور عملی زندگی پر زیادہ توجہ دیتے تھے' جب بھی آپ عملی زندگی کی مصروفیات میں جاتے ہیں' لوگوں سے ملتے جلتے' بات چیت کرتے ہیں تو روحانی زندگی ایک حد تک متاثر ہوتی ہے اور مکاشفات کم ہونے لگتے ہیں جو لوگ روحانی مشاہدات و مکاشفات کی لذت میں مارے گئے وہ گوشہ نشین ہو گئے کہ ایک گوشے میں بیٹھ کر ان روحانی لذتوں کا لطف اٹھایا جائے۔ مشاہدہ' ضرورت اور مقصد نہیں۔ یہ محض اللہ کا انعام ہے یا آپ اسے ایک اضافی محرک (Factor Supporting) کہہ لیں۔ اعلیٰ پائے کے صوفیوں کا قول ہے کہ "تصوف میں آنے والے نو آموز طالب علموں کو اللہ ان سے بہلاتا ہے۔" یہ مشاہدات ہرگز مقصود بالذات نہیں ہیں۔ انہیں منزل نہیں بنایا جا سکتا ہے' مقصود یہ ہے کہ تصوف اور ذکر الٰہی کے باعث آپ کی عملی زندگی میں ایک انقلاب آئے۔ آپ زیادہ فعال' زیادہ سرگرم اور زیادہ متحرک ہو کر خیر کی ترویج اور شر کے تدارک میں لگ جائیں۔ آپ کی قوت دفاع زیادہ بڑھ جائے'

س۔ مولانا! ہماری نئی نسل حق تلفی اور ناانصافی کے خلاف سراپا احتجاج ہے۔ معاشرہ تیزی سے زوال کی طرف لڑھک رہا ہے۔ تصوف کا راستہ تو بہت طویل ہے' کیا اس وقت ایمر جنسی بریکس کی ضرورت نہیں؟

ج۔ عرفان بھائی ------ بات یہ ہے کہ بند نہیں باندھا جا سکتا

(You can'tapply the brakes) زمانہ اور افکار اپنی ڈگر چلتے رہتے ہیں' آپ انہیں روک نہیں سکتے۔ ان میں "بریک" کا تصور ٹھیک نہیں۔ آپ صرف رخ بدل سکتے ہیں۔ انہیں تو بہرحال چلتے رہنا ہے۔ نئی اور پرانی نسل کے باہمی رشتے کو ہمیں صحیح تناظر میں دیکھنا ہو گا۔ مثلاً" جب ہم جوان تھے تو ہم اپنے بزرگوں سے پوچھنے جاتے تھے کہ فلاں کام کیسے کیا جائے' اس کی وجہ یہ تھی کہ طرز زندگی اور معمولات حیات میں کوئی فرق اور تضاد نہ تھا۔ ہم اپنے بزرگوں کے تجربات سے رہنمائی حاصل کر لیتے تھے' اب جب ہم بزرگ ہوئے تو زمانے کی برق رفتاری کے باعث ہمارے بچے کئی معاملات میں ہم سے آگے نکل گئے۔ آج مجھے خود اپنے بچوں سے پوچھنا پڑتا ہے کہ اس کیمرے یا اس کمپیوٹر یا اس مشین کو کیسے

استعمال کیا جائے؟ احترام کے تقاضے اپنی جگہ، لیکن ہم بزرگوں کو سوچنا چاہئے کہ ہمیں جن چیزوں کا تجربہ نہیں ہے اور ہماری نئی نسل سائنسی علم کے باعث ہم سے زیادہ بابر ہوئی ہے تو ہم کوئی بیچ کا راستہ اختیار کریں۔ اپنی بزرگی اور بچوں کی طرف سے ادب آداب کے تقاضوں کو نئے حالات کے شعور کے ساتھ نئی سمت دیں۔ میرے دادا جان پیدل سفر کرتے تھے، میرے والد صاحب نے بس پر سفر کیا، میرے بچوں کے پاس گاڑیاں ہیں، انداز حیات اور انداز فکر کیسے یکساں رہ سکتا ہے۔ اسی طرح ٹیلی ویژن اور ڈش انٹینا ہمارے بزرگوں کا پرابلم نہیں تھا۔ اس پس منظر میں نئی نسل کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی خلش کو سمجھنا ہو گا ان کے اندر پیدا ہونے والی بغاوت اور ہیجان کا جائزہ لینا ہو گا اور اسے کوئی راستہ دینا ہو گا۔ ہمیں ملائمت اور ہمدردی کے ساتھ انہیں بتانا ہو گا کہ کہیں وہ اپنے حق کے لئے کسی دوسرے کی حق تلفی تو نہیں کرنا چاہتے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر ہمارے اندر کدورت بھری ہے، ہمارے دل صاف نہیں تو ہمارے حق کی حدود بہت تجاوز کر جائیں گی اور ہم دوسرے کا حق غصب کرنے لگیں گے۔ آج رشوت کو اپنا حق سمجھ لیا گیا ہے اور اس کے لئے ہر شخص اپنے آپ کو فریب دینے کے لئے دلیلیں رکھتا ہے۔ مطالبات کے مثبت اور تعمیری ہونے کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا دل آلاشوں سے پاک اور آپ کی سوچ پاکیزہ ہو۔ ہماری سوسائٹی کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ وہ حقوق اور فرائض کا توازن کھو بیٹھی ہے۔ ایک انسان کا فرض دوسرے کا حق بنتا ہے۔ جب میں حقوق کے لئے آواز اٹھاؤں تو مجھے اپنے فرائض پر بھی نظر رکھنی چاہئے۔ اس لئے ہمارے مزاج، ہمارے قلب اور ہماری سوچ کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ اصلاح ذکر اور روحانیت کے بغیر ممکن نہیں۔ ایمرجنسی بریکس کوئی بڑا مثبت انقلاب نہیں لا سکتیں۔

س۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم اصلاح احوال کے طویل المیعاد راستوں پر چلتے رہیں اور معاشرے کا فساد سب کچھ تباہ کر بیٹھے؟

ج۔ گذارش یہ ہے کہ آپ جس معاملے کو دو الگ الگ حصوں میں بانٹ رہے ہیں، میں اسے ایک ہی کام تصور کرتا ہوں۔ ہماری سیاسی توڑ پھوڑ، ہمارے تعلیمی نظام کی کمزوریاں، ہمارے قانونی نظام کی خامیاں، ہمارے معاشرے کی ٹوٹ پھوٹ، اس سب کی جڑ ہمارا سیاسی نظام ہے۔ اس سسٹم کو اختیار کرنے والے لوگ، اسے نافذ کرنے اور آگے لے کر چلنے والے لوگ ہم ہی ہیں۔ جب تک ہم مثبت اور تعمیری سوچ نہیں اپناتے، خرابیوں کی اصلاح ممکن نہیں۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں آپ جو تصوف کو ایک طویل المیعاد عمل قرار دیتے ہیں یہ درست نہیں۔ تصوف تو ون ٹچ سسٹم (One touch system) ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جو محنت کرتا چلا جاتا ہے، اس کی کیفیات بڑھتی چلی جاتی اور اسے ترقی نصیب ہوتی چلی جاتی ہے۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ اگر صدق دل کے ساتھ کسی ایک مجلس کا ذکر بھی نصیب ہو جائے تو انسان کی سوچ اور اس کی ترجیحات بدل جاتی ہے۔ یہ کوئی لمبا پراسس نہیں کہ انسان بیس سال ذکر کرنے کے بعد ٹھیک سوچے گا، اللہ کے نام میں یہ برکت ہے کہ ذکر کے ایک سیشن میں، انسان میں کم از کم اتنی تبدیلی ضرور آ جاتی ہے کہ اسے گناہ کی تلخی اور خیر کی لذت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اگرچہ یہ زندگی بھر کا عمل ہے، لیکن تبدیلی پہلے قدم سے ہی شروع ہو جاتی ہے، کسی میں تھوڑی، کسی میں زیادہ۔

س۔ گویا آپ بھی گوناں گوں مسائل کا حل فرد کی تعمیر سیرت ہی خیال کرتے ہیں؟

ج۔ پورے خلوص کے ساتھ، بغیر کسی شک و شبہ کے۔

س۔ فرد کی تعمیر سیرت کے بل پر بڑی تبدیلی لانے کی خواہش مند کئی اور جماعتیں اور تحریکیں بھی ہیں، مثلاً" جماعت اسلامی ایک عرصے سے اسی فارمولے پر کام کر رہی ہیں، لیکن کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکی، آپ کی مساعی ان تحریکوں سے کسی طرح مختلف ہیں؟

ج۔ میرے خیال میں اگر "جماعت اسلامی کے پاس قلبی ذکر" کا سرمایہ بھی ہوتا تو یہ کام بہت پہلے ہو چکا ہوتا۔ اللہ نے جماغت اسلامی کو جو ذہن دیا، جو انسان دیا، جس پائے کا لیڈر دیا اور جو تنظیم انہیں نصیب ہوئی، یہ تمام باتیں مثالی ہیں، ان میں کہیں کوئی کمی یا جھول نظر نہیں آتا۔ آپ تلاش کریں کہ آخر کون سی کڑی ناپید ہے (Link Missing) میرے خیال میں، "مسنگ لنک" یہ ہے کہ ان کے عقول اور ان کے دماغ نے تو حقیقت پالی، لیکن دلوں کے اندر وہ قوت نہ پیدا ہوئی، جو صرف ذکر الٰہی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مولانا ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم نے ذکر کے فضائل تو اپنی تفسیر "فہم القرآن" میں لکھے لیکن عملی طور پر اپنی جماعت میں اسے رائج نہ کیا۔ اگر جماعت اسلامی میں یہ وصف بھی پیدا ہو جاتا تو آج شاید کسی اور تنظیم کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ہم اس کمی کو دور کر کے اپنا سفر شروع کر چکے ہیں۔

س۔ مولانا! کیا آپ صدق دل سے محسوس کرتے ہیں کہ اگر جماعت اسلامی "قلبی ذکر" سے بھی آراستہ ہوتی تو وہ آج پاکستان کی سب سے مقبول و توانا جماعت ہوتی اور اپنے مقاصد و اہداف پا چکی ہوتی؟

ج۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ عنصر (ذکر) بھی ان میں شامل ہوتا تو وہ آج سے بہت پہلے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا میں انقلاب لا چکی ہوتی۔ میں یہ بھی واضح کر دوں کہ اب انقلاب جب بھی آئے گا، سارے عالم میں آئے گا۔ یہ پاکستان کی حدود میں نہیں رہے گا۔ صدیقی صاحب! میں نے جاپان سے لے کر امریکہ کے مغربی ساحلوں تک اور چین سے لے کر افریقہ تک کا سفر کیا ہے۔ قوموں کے حالات اور لوگوں کی زندگی کا مطالعہ و مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے محسوس کیا ہے کہ انسان اپنے افکار اور اپنے اعمال سے تھک چکا ہے، روحانی سکون نہ مغرب کے پاس ہے نہ کسی اور غیر مسلم سوسائٹی کے پاس۔ ہندوستان میں مذہب کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ ہندو دھرم اسلام سے بھی صدیوں پہلے سے قائم چلا آرہا ہے، نئی تعلیم کی روشنی نے مفروضوں کے بخیئے ادھیڑ دیئے ہیں۔ ہندوؤں کو ناز تھا کہ ہم کبھی نہیں بدلتے اور جو یہاں آتا ہے وہ ہندو ہو جاتا ہے لیکن اب وہاں ہندو دھرم کی گرفت ٹوٹ چکی ہے عدالتوں میں گواہی کے وقت بھی پوچھا جاتا ہے کہ ہندو دھرم کو مانتے ہو یا نہیں اور اس کے مطابق حلف لیا جاتا ہے۔ مغربی سوسائٹی کی ٹوٹ پھوٹ سے آپ باخبر ہیں۔ چین، روس اور جرمنی کو دیکھ لیں، سب لوگ جائے پناہ کی تلاش میں ہیں۔ اگر آج کھری اسلامی سوسائٹی قائم ہو تو یہ سارے عالم میں انقلاب لائے گی۔ دنیا "نئی فکر" کے پاسبانوں کے تضادات سے اکتا چکی ہے۔ الجزائر میں مروجہ جمہوری اصولوں کے مطابق انتخابات ہوتے ہیں اور منتخب جماعت اسلامی نظام کے نفاذ کا عہد کرتی ہے تو امریکہ جمہوریت کو بھول کر مارشل لاء کی حمایت کرتا ہے۔ اگر اسلامی ریاست الجزائر مین بن جائے یا افغان مجاہدین جیت جاتے ہیں تو امریکہ پالیسی کی ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ کشمیر کا المیہ یہی ہے۔ انسانی

حقوق کی پامالی اور بھارت کی سفاکیوں کے باوجود کسی ملک کی نظر اس پر نہیں پڑتی، صرف اس لئے کہ مسلمان کٹ رہے ہیں۔ امریکہ کا ایک پائلٹ بوسنیا میں گرا تو امریکہ صدر سمیت پوری امریکی قوم اس کے لئے چشم براہ ہے اور رات دن پروپیگنڈہ ہو رہا ہے۔ کیا صرف امریکی ہی انسان ہیں، امریکہ دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف اس لئے ہے کہ کہیں مسلمان جم کر مثالی اسلامی ریاست تشکیل نہ دیں۔ اس صورت میں امریکہ کے اندر اتنی Convertion ہو گی کہ یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ بیٹھے بٹھائے مسلم ریاست بن جائے گی۔ جب بھی خلوص دل سے اسلام پر یقین رکھنے والوں نے کوئی مثالی نقشہ بنا لیا تو انشاء اللہ ساری دنیا اسے بخوشی اپنا لے گی، گناہ سے تھکا ہوا انسان خود اس دامان رحمت میں پناہ لے گا۔

س۔ "تصوف" کے ساتھ ساتھ آپ نے "الفلاح فاؤنڈیشن" "صقارہ اکیڈمی" اور "الاخوان" کے محاذوں پر بھی کام شروع کر رکھا ہے۔ ان تمام کاوشوں کا مرکزی نکتہ کیا ہے؟

ج۔ ان تمام کاوشوں کا مرکزی مقصد ایک ہی ہے۔ معاشرے میں مثبت تبدیلی لانے اور خالص اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے جدوجہد۔ جیسے میں نے پہلے عرض کیا، تصوف، عمل کے دائرہ کار کو محدود نہیں لامحدود کر دیتا ہے۔ ہمیں بھی تصوف نے کئی میدانوں میں لا کھڑا کر دیا ہے۔ میں پاکستان کے شمالی علاقوں کو دیکھنے گیا تو ایسی جگہوں تک پہنچا جہاں میرے ڈرائیور نے گاڑی چلانے سے انکار کر دیا، میں خود ڈرائیو کر کے انتہائی دور دراز اور دشوار گذار علاقوں تک پہنچا۔ چترال سے خنجراب تک میں نے عجیب مناظر دیکھے، میرے اندر کئی طرح کے محسوسات ابھرے۔ میں نے سوچا کہ اسی ملک میں ایک طرف تو وہ انسان ہیں جن کے پاس دنیا جہان کی آسائشیں اور سہولتیں ہیں۔ دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جنہیں زکام ہوتا ہے تو ایک روپے کی دوا نہیں خرید سکتے اور اسی کے بگاڑ سے مر جاتے ہیں۔ ہم نے دوستوں سے مل کر "الفلاح فاؤنڈیشن" کی بنیاد رکھی کہ جہاں جہاں حکومتی وسائل نہیں پہنچ رہے وہاں ہم اپنے محدود وسائل کے مطابق غریب عوام کی خدمت کریں، صقارہ اکیڈمی کی بنیاد اس بات پر ہے کہ دینی علم پر کسی خاص طبقے کی اجارہ داری نہیں ہونی چاہئے۔ حق یہ تھا کہ جہاں ہم سائنس، ریاضی، تاریخ یا دوسرے علوم پڑھتے ہیں وہاں اپنے دین اور اپنے نظریئے کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں، لیکن ہمارا نظام شدید قسم کی دو عملی کا شکار ہو گیا۔ دینی نظام تعلیم ہماری عملی زندگی کے تقاضوں سے بالکل کٹ گیا اور دنیوی نظام تعلیم نے دینی تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا۔ عیسائیت میں مذہب کا شعبہ پوپ کے پاس ہے۔ ہندوازم میں برہمن کے پاس ہے۔ یہودی کا ربی کے پاس ہے، اسی طرح ہم نے دین کا شعبہ مدرسوں کے پروردہ مولوی کے حوالے کر دیا، یہ اسلام کے تصور کی نفی ہے۔

س۔ آپ کی ایک تنظیم "الاخوان" کا خاصا شہرہ ہے۔ اس کا دائرہ کار کیا ہے؟

ج۔ الاخوان کا مرکزی فلسفہ یہ ہے کہ موجودہ سیاسی نظام کے خلاف جدوجہد کی جائے، کیونکہ مروجہ نام نہاد جمہوری سیاسی سسٹم ہمارا نہیں ہے۔

س۔ تو کیا یہ "سیاسی تنظیم" ہے؟

ج۔ جی ہاں! آپ اسے ان معنوں میں سیاسی تنظیم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سیاسی نظام کی اصلاح کا مشن رکھتی ہے، لیکن

الاخوان کی سیاست اور دوسری جماعتوں کی سیاست میں بڑا فرق ہے۔ ہمارے ہاں کی ہر پولیٹکل پارٹی کا ہدف اقتدار ہے۔ ہر جماعت اپنے منشور رکھتی ہے کہ جب وہ اقتدار میں آجائے گی تو کیا کرے گی۔ الاخوان کا ہدف اقتدار نہیں ہمارا منتہائے مقصود اسلام ہے۔ یہ مقصد اقتدار میں آکر حاصل ہو یا اقتدار سے باہر رہ کر مقتدر قوتوں کی تائید و حمایت کے ذریعے حاصل ہو، ہم دونوں صورتوں کے لئے تیار ہیں۔ ہر قوم اپنے نظام میں آزادی پسند ہے، امریکہ کی جمہوریت مختلف ہے۔ برطانیہ کی جمہوریت مختلف ہے، اسکنڈے نیویا کے ممالک کی مختلف ہے، سوشلزم کو لے لیں۔ روس کا سوشلزم الگ ہے، چین کا الگ ہے، ہر قوم اپنے نظریئے، اپنی روایات، اپنی تہذیب، اپنے لوگوں کے مزاج کے مطابق کسی بھی نظام کو ڈھال لیتی ہے۔ پاکستان میں بھی اگر جمہوریت ضروری ہے تو اس کی بنیاد عقیدہ توحید، عقیدہ رسالت یعنی "عقیدہ اسلام" پر ہونی چاہئے۔ اس کے قوانین، اسلامی قوانین ہونے چاہئیں اور اس میں اقتدار تک رسائی کا وہ طریقہ ہونا چاہئے جو اسلام نے طے کیا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اپنا ایک آزاد طرز حکومت اور طرز سیاست اپنانا چاہئے، موجودہ جمہوری نظام ہمارے روحانی اور مادی تقاضے پورے نہیں کرتا۔ یہی "الاخوان" کا نقطہ نظر ہے۔ ہم محض نظریات کے قائل نہیں ہیں، ہم عملی آدمی ہیں، جو آدمی بھی ہماری ممبر شب اختیار کرتا ہے اسے سب سے پہلے پاکستان کے اس حصے پر اسلام کے عملی نفاذ کا اہتمام کرنا ہے، جسے اپنا جسم یا وجود کہا جاتا ہے۔ یہ پاکستان کا بارہ کروڑواں حصہ ہے۔ اس پر عملاً" اسلام کا نظام جاری کرو، عبادت کے وقت عبادت، محنت کے وقت محنت، ہر کام دیانتداری کے ساتھ کرو، رشوت نہ لو، جھوٹ سے اجتناب کرو۔

س۔ آپ کی تنظیم "الاخوان" موجودہ ناقص سیاسی سسٹم کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے کیا کر رہی ہے؟

ج۔ ہم اسے جڑ سے اکھیڑنے کے لئے کوئی طویل المیعاد عمل کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم قوت کے زور پر اس کا پہیہ جام کر دیں گے۔ ہم اتنا منظم، اتنا منضبط، اور اتنا موثر گروہ پیدا کر رہے ہیں کہ سرمیدان کھڑے ہو کر پوری جرات کے ساتھ کہہ سکیں کہ ہمیں اس نظام کی ضرورت نہیں ہم کسی سے لڑنا نہیں چاہتے کیونکہ تباہی پہلے ہی بہت زیادہ ہو چکی ہے، لیکن ہم اسٹریٹ پاور سے اس سسٹم کو جامد کر دیں گے۔

س۔ لیکن جب آپ اسٹریٹ پاور کے زور پر اس نظام کا خاتمہ کریں گے تو لڑائی تو ہو گی، اس نظام کے پجاری اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے مورچہ زن نہیں ہو جائیں گے؟

ج۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اس سسٹم کے حواریوں اور پجاریوں کی اکثریت بھی اس سے بیزار ہو چکی ہے، کچھ ایسے ہیں جو اقتدار کے نشے میں اس کے تحفظ کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں گے، لیکن اب انہیں جانا ہے۔ اب ان کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے، وہ جتنی جلدی اس حقیقت کا ادارک کر لیں گے، اتنا ہی ان کے لئے اچھا ہو گا۔

س۔ عمران خان بھی تو یہی کچھ کہہ رہا ہے۔ آپ میں اور اس میں کیا فرق ہے؟

ج۔ عمران خان کی شادی کے حوالے سے یہاں غیر ضروری بحث چھڑ گئی ہے۔ یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ میں اس میں پڑنا نہیں چاہتا۔ لاہور کی ایک تقریب میں مجھ سے سوال ہوا تو میں نے کہا کہ مغرب والوں نے اسے فتح کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہم مشرق والوں کو چاہئے کہ اسے پوری طرح سپورٹ کریں تاکہ مغرب کا وار خالی

جائے۔ عمران خان ان کا گھر داماد نہ بنے بلکہ حائقہ ہماری بہو بن جائے۔ عمران خان کے پاس تھیوری ضرور ہے، لیکن فرق وہی ہے۔ ذکر الٰہی والا۔

س۔ مولانا! بعض دینی جماعتیں مروجہ سسٹم کے ذریعے برسراقتدار آکر نفاذ اسلام کا مشن رکھتی ہیں، ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مروجہ سسٹم کسی شریف آدمی کو آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ شرفاء کے لئے ہے ہی نہیں۔ یہ مخصوص طبقوں کی حکمرانی کے لئے ہے یہ اصلاح پسندوں یا انصاف پسندوں کے لئے نہیں۔ انگریز نے اسے بنایا ہی اپنے مفادات کے لئے تھا للذا وہی طبقہ اس نظام کے ذریعے آگے آتا رہا، جو انگریز کی روایات کا امین ہے۔ علماء نے جو انداز اختیار فرمایا ہے وہ میرے نزدیک زیادہ حقیقت پسندانہ نہیں۔ وہ موجودہ سیاسی نظام کے نقاد بھی ہیں اور شریک بھی، وہ خود اسی عمارت کے اندر کھڑے ہیں جسے ڈائنامیٹ سے اڑا دینا چاہتے ہیں۔ جب آپ ایک نظام کے اندر چلے جاتے ہیں تو اس کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اب آپ اسے ڈائنامیٹ سے اڑا دیں تو خود کچلے جائیں گے؟ مجھے یوں نظر آتا ہے کہ جو دینی جماعتیں اس سیاسی نظام کے دائرے میں داخل ہو گئی ہیں ان کا "دینی تشخص" دب گیا ہے۔ رہا سیاسی تشخص تو وہ انہیں مل ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ اس سسٹم کے لئے ناموزوں ہیں۔ آپ دیکھ لیں، مولانا فضل الرحمٰن صاحب خارجہ کمیٹی کے چیئرمین ہیں، بظاہر یہ کتنی اہم پوسٹ ہے لیکن ملک کا کوئی بھی شہری انہیں سنجیدگی سے نہیں لیتا، میرا مطالعہ یہ ہے کہ ملک کا ایک عام باشندہ بھی اسے مذاق سمجھتا ہے۔ اس کے ذہن میں بھی یہ بات ہے کہ مولانا اس منصب کے لئے موزوں نہیں اور یہ ان کے بس کا کام نہیں ہے۔ دوسری طرف دیکھیں کہ اقبال احمد خان صاحب کو اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئرمین بنا دیا گیا، جنہیں اسلام کی مبادیات کا بھی علم نہیں۔ اگر مولانا کو اس منصب پر بٹھا دیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا، یہ سسٹم علماء کے لئے راس ہی نہیں۔ جو علماء بھی اسمبلیوں میں گئے ہیں انہوں نے نہ صرف اپنے بارے میں بدگمانیاں پیدا کیں بلکہ اپنے اعزاز کو بھی کھویا، انہوں نے کوئی ایک بھی مثبت کام کیا ہو تو بتا دیں، کتنی بار اتفاق اور معاہدے ہوئے، بائیس نکات تجویز ہوئے، شیعہ سنی مسئلے پر اتفاق رائے ہوا، لیکن نتیجہ کیا نکلا اور تبدیلی کیا آئی۔ اللہ غریق رحمت کرے تکبیر کے بانی صلاح الدین شہید کو، میری ان سے اور جنرل حمید گل سے بھی بات ہوتی رہتی تھی، اس معاملے میں میرا اور ان کا اختلاف تھا۔ وہ موجودہ آئین کو اسلامی قرار دے کر اسے بدلنے یا نیا آئین بنانے کے حق میں نہیں تھے، جبکہ میں اس آئین کو ہی غیر اسلامی خیال کرتا ہوں، اس آئین میں کہا گیا ہے کہ قرآن و سنت ملک کا سپریم لاء ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سپریم لاء یا ماتحت لاء

(Subordinate law) کا کیا چکر ہے اسلام کو اس ملک کا واحد قانون ہونا چاہئے، کتنے کیس سپریم کورٹ میں جاتے ہیں۔ فیصلے تو تھانیدار اور تحصیلدار اور پٹواری کرتا ہے۔ ہم تو اس سطح پر بھی اسلامی قوانین اور ضابطے چاہتے ہیں۔

س۔ مولانا! اگر آئین کو چھیڑا گیا تو کہیں ایسا نہ ہو ہم ایک نئے آشوب میں گھر جائیں؟

ج۔ ہماری مشکلات کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم قرآن و سنت سے ہٹ کر بات کرتے ہیں۔ ایسے مطالبات کو قومی اتفاق رائے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ ایک فرد یا طبقے کی رائے بن جاتی ہے، مثلاً" بے نظیر یہ چاہتی ہے یا نواز

بن جاتی ہے' مثلاً" بے نظیر یہ چاہتی ہے یا نواز شریف یہ چاہتا ہے۔ اسی طرح طبقوں کی بات آتی ہے مثلاً" مولوی یہ چاہتے ہیں یا سیاستدان یہ چاہتے ہیں یا پنجابی یہ چاہتے ہیں۔ اس میں اختلاف آ جاتے ہیں جب آپ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ یہ چاہتے ہیں تو برے سے برا مسلمان بھی اختلاف نہیں کرے گا۔ ہم پورے آئین کو نہیں اکھیڑنا چاہتے۔ اس میں سپریم لاء کے حوالے سے ترمیم بھی کی جا سکتی ہے' ضروری ہو تو ریفرنڈم بھی کرایا جا سکتا ہے۔ ہم خواہ مخواہ مسائل پیدا کرنے کے حق میں نہیں۔ ہم تو مسائل حل کرنا چاہتے ہیں' لیکن دیانت داری سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی فرمانروائی ضروری ہے۔ میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ ہم اسلام کو سمجھنے میں بھی ٹھوکر کھا رہے ہیں۔ ہم اسلام کی ہر تعبیر "مولانا" سے لیتے ہیں "مولانا" کو ہم نے فیلڈ سے دور رکھا ہوا ہے' آپ دیکھیں گے کہ تاریخ میں کوئی بادشاہ نیک آیا یا بدکار' لیکن اس کے دور میں ہر جرنیل عالم دین ہوتا تھا' ہر وزیر عالم دین ہوتا تھا' امیر خسرو دینی عالم بھی تھے' شاعر بھی تھے' ادیب بھی تھے اور جرنیل بھی تھے۔ جب پنجاب پر رنجیت سنگھ نے قبضہ کر لیا تھا تو پنجاب میں جو ایک دو جرنیل یا وزیر اس نے لئے وہ بھی دینی عالم تھے۔ انگریز نے آکر اس روایت پر کاری ضرب لگائی' یہاں سے پہلی رپورٹ یہ گئی کہ مسلمانوں کے ہاں شرح خواندگی ۸۰ فی صد ہے۔ آپ ایسی قوم کو غلام نہیں بنا سکتے۔ طریقہ یہ نکالا گیا کہ انہیں علم اور ماخذ علم (Source of Knowledge) سے محروم کیا جائے۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ دینی علم کو محدود دائرے میں بند کر کے فیلڈ سے دور کر دیا جائے اور جو لوگ فیلڈ میں آنا چاہیں' انہیں دینی علم سے دور کر دیا جائے۔ اکبر الہ آبادی نے اسی پس منظر میں کہا تھا کہ

"افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی" انگریز نے جو تعلیمی نظام جاری کیا وہ دین سے بالکل الگ خالص مادہ پرستانہ نظام تھا' دین داروں کو اس نے ایک ایسے گوشے میں دھکیل دیا جہاں ان کی تذلیل کی گئی۔ انہیں زکوۃ اور خیرات پر پالا گیا۔ دینی علم حاصل کرنے والوں کو کوئی منصب نہ دیا گیا وہ فارغ التحصیل ہو کر کسی مسجد پر قبضہ جمانے کے لئے پہلے سے موجودہ مولوی کو نکالنے یا نئی مسجد بنانے کے لئے چندے جمع کرنے میں لگ گئے یہ ان کا پیشہ بن گیا۔ اس سے قبل دینی مدرسے صرف مولوی پیدا نہیں کرتے تھے' وہ زندگی کے مختلف شعبوں اور پیشوں کے لئے ماہرین پیدا کرتے تھے' دینی مدرسہ ہی طبیب بناتا تھا' دینی مدرسہ ہی استاد' سولجر' جنرل' وزیر' مشیر اور آرٹسٹ پیدا کرتا تھا۔ انگریز نے اسے صرف "مولوی سازی" پر لگا دیا۔ فیلڈ سے انہیں بالکل الگ کر دیا گیا۔ جب دینی تعلیم انتہائی محدود اور عملی فیلڈ سے دور ہو گئی تو باصلاحیت اور ذہین لوگوں نے ادھر جانا چھوڑ دیا۔ اعلیٰ ذہانت کا رخ نظام تعلیم کی طرف مڑ گیا۔ کم تر ذہانت (LOW I.Q) کے لوگ دینی مدرسوں کی طرف جانے لگے۔ مدرسوں کا نصاب بھی وقت کی ضرورت کے مطابق نہ تھا' اس کا طرز تدریس بھی ٹھیک نہ تھا' ان کی عزت نفس وہاں جاکر مزید مجروح ہوئی۔ آج وہ دائرے میں اسیر ہو چکا ہے اور مولوی ہونا اس کا پیشہ بن گیا ہے۔ "الاخوان" کی کوشش یہ بھی ہے کہ دین و دنیا کی اس دوئی کو ختم کیا جائے۔ ہم نے "صفارہ اکیڈمی" کے نظام تدریس کے علاوہ تعلیم بالغاں کے کورس بھی ترتیب دیئے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ دفتر میں بیٹھا آدمی علم دین کی مبادیات سے واقف ہو' فیلڈ میں کام کرتا ہوا انسان علم دین جاننے کی کوشش کرے۔ ادیب' شاعر' صحافی' دانشور خود دین کا مطالعہ کریں۔ اس کی بنیادی رہنمائی کے لئے

ہم نے تعلیم بالغاں کے کورسز ترتیب دیئے' ایک ہفتے کا' تین ہفتے کا' پانچ ہفتے کا' پھر سات ہفتے کا اور پھر بارہ ہفتے کا کورس جو ان کورسز سے ہو کر گزر جائے اسے اپنی فیلڈ میں روزانہ "مولوی" کی ضرورت نہیں رہتی' کسی بھی شعبے میں درجہ کمال کے لئے تو بہرحال ایک عمر ہونی چاہئے۔

س۔ اس صورت میں موجودہ دینی مدرسوں اور "مولویوں" کا مصرف کیا رہ جائے گا۔؟

ج۔ ان کا مصرف جبھی ہے کہ وہ بھی پیشہ وارانہ تربیت لیں۔ دین پڑھنے کا مطلب ہے اللہ کا بہتر بندہ اور اچھا انسان بننا۔ کیا ضروری ہے کہ دینی مدرسے سے نکلنے والا صرف اذان دے اور صرف امامت کرائے۔ وہ کیوں نہ فیلڈ کا علم حاصل کرے۔ وہ دین پڑھا ہوا ہو اور ٹیکسی چلائے' بس ڈرائیور بنے' ڈاکٹر بنے' انجینئر بنے' ڈپٹی کمشنر بنے' اس نے تو خود اپنے آپ کو محدود کر لیا ہے' ایک عالم دین جب جرنیل بنے گا تو اس کا انداز ہی اور ہو گا۔

س۔ دینی جماعتیں بار بار کی کوششوں کے باوجود عوامی مقبولیت اور اقتدار حاصل نہیں کر سکیں۔ اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ وہ مقبول سیاسی حکمرانوں سے تعاون کر کے کچھ باتیں منوا لیتیں؟

ج۔ سچی بات یہ ہے کہ ہماری جماعتیں اقتدار کی طلب نہ رکھتیں تو پاکستان کی تاریخ میں ایسے کئی حکمران گذرے ہیں جن سے دین کا کام لیا جا سکتا تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑے بھولے اور سادے لوگ ہیں۔ اقتدار کبھی مانگ کر نہیں ملا کرتا' نہ کوئی کسی اور کو اقتدار میں شریک کرتا ہے' نہ پلیٹ میں سجا کر حکومت پیش کی جاتی ہے۔ ہمارے علماء اتنے سادہ ہیں کہ حکمرانوں سے حکومت دینے کا مطالبہ کرتے ہیں یہ کتنی عجیب سی بات ہے' اسے بھولپن ہی کہا جا سکتا ہے' اس کوشش میں انہوں نے ان لوگوں کو کھو دیا' جن سے کوئی کام لیا جا سکتا تھا۔ اگر یہ حکمرانوں کا دست راست (Right hand) بن جاتے تو کئی اچھے اقدامات کرائے جا سکتے تھے۔

س۔ دینی جماعتیں میاں نواز شریف سے بھی تو خاصی دور ہیں؟

ج۔ اس موضوع پر میری میاں نواز شریف صاحب سے بات ہوئی تھی۔ انہوں نے شکوہ کیا کہ علماء میرے ساتھ تعاون نہیں کر رہے۔ میں نے کہا کہ کیا اسلام صرف علماء کی وراثت ہے یا آپ بھی مسلمان ہیں آپ خود کیوں نہیں کھل کر اسلام کی بات کرتے۔ بجائے اس کے کہ کوئی مولوی آپ کے ساتھ مل کر اسلام کی بات کرے' آپ خود پوری جرات سے اسلام کی بات کریں۔ وہ کہنے لگے "میرے لئے دعا کریں" میں نے کہا کہ "اگر میری دعا سے حکومت ملتی ہے تو میں اپنے لئے کیوں نہ کر لوں۔ آپ اپنے رب سے خود بات کریں۔ وہ آپ کا بھی اتنا ہی ہے جتنا میرا ہے۔" اب میں سمجھتا ہوں کہ انہیں بھی اپنی غلطیوں کا احساس ہو رہا ہے۔ ایک حالیہ ملاقات میں وہ کہنے لگے کہ میں کچھ غلط لوگوں میں گھر گیا تھا' لیکن آج مجھے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے بالکل درست مشورہ دیا تھا۔ مجھے مفاد پرست لوگوں نے گھیرے میں لئے رکھا۔

س۔ بیشتر علماء کرام کی رائے تو یہ ہے کہ بے نظر اور نواز شریف میں کوئی فرق نہیں؟

ج۔ جی نہیں۔ یہ بہت بڑا فرق ہے' بے نظیر کی اپنی فکر ہے اور نواز شریف کی اپنی سوچ ہے۔ بے نظر کی ترجیح صرف اپنی "سوچ" ہوتی ہے۔ لوگ مر رہے ہیں تو مرتے رہیں' ملک جلتا ہے تو جلتا رہے' بے چینی بڑھتی ہے تو بڑھتی رہے۔ وہ اپنی کامیابی کو صرف اپنی متعین کردہ

"ترجیح" کے حوالے سے دیکھتی ہیں۔ اگر ان کا کام ہو رہا ہے تو ملک و قوم پر جو گذرتی ہے بے شک گذرتی رہے۔ نواز شریف کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔

س۔ جب دینی جماعتوں پر یہ الزام آتا ہے کہ انہوں نے انتخابی اکھاڑے میں کود کر نواز شریف کی راہ روکی اور بے نظیر بھٹو کا راستہ ہموار کیا تو وہ کہتے ہیں کہ "دونوں یکساں برائی ہیں" کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ج۔ میں اس سے ہرگز اتفاق نہیں کرتا، میری رائے جاننے سے پہلے آپ یہ دیکھیں کہ ان لوگوں کی پذیرائی بے نظیر دور میں کتنی ہوتی ہے اور نواز شریف دور میں کتنی؟ جن علماء کا عام طور پر ذکر کیا جاتا ہے ان کا دل سے احترام کرتا ہوں۔ یہ بہت بڑے بڑے نام ہیں، قاضی حسین احمد صاحب یا مولانا سمیع الحق صاحب میرے دل میں ان کی بہت عزت ہے، میرے ان حضرات سے ذاتی تعلقات بھی ہیں لیکن میں قومی راستہ متعین کرتے وقت ذاتی تعلقات اور معاملات کو بیچ میں نہیں لاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ بے نظر بھٹو صاحبہ کی بنیادی فکر غیر ملکی درسگاہوں کی مرہون منت ہے۔ ان کی فکر ہارورڈ اور آکسفورڈ کی مغربی درسگاہوں سے پروان چڑھی ہے۔ نواز شریف گوالمنڈی لاہور میں پلا بڑھا اور اس کی فکر نے گورنمنٹ کالج لاہور میں نشوونما پائی، ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ دونوں ایک جیسے ہیں، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، یہ مکمل طور پر ناممکن ہے۔ دونوں کو یکساں کہنا ناانصافی ہے اور یہیں پر ہمارے زعماء نے دھوکہ کھایا، انہیں دھوکہ دیا گیا، ان کے جلسے اور جلوسوں کی رونقیں بڑھائی گئیں، یہ کون لوگ تھے؟ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے سوچ سمجھ کر ان لوگوں کو فریب دیا اور ووٹ پیپلز پارٹی کو دیئے، انہوں نے پیپلز پارٹی کو فائدہ پہنچانے کے لئے علماء کو مقابلے میں کھڑا رہنے کا حوصلہ دیا۔ یہ لوگ فریب خوردہ شاہین بن گئے۔ اگر مجھے گستاخ نہ کہا جائے تو میں کہوں گا کہ محض ذاتی مفادات نے ان شاہینوں کو اسیر کر لیا۔ مولوی ہونا، پیر ہونا یا علمی شخصیت ہونا الگ بات ہے، لیکن ذات کے دائرے سے نکل کر سوچنا الگ بات ہے۔ ممکن ہے میری رائے صحیح نہ ہو، لیکن میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص سب کچھ دیکھتے، سب کچھ سمجھتے اور سب کچھ جانتے بوجھتے کیسے بھٹک سکتا ہے۔ یہ علماء جو جھگڑے کرتے، کفر کے فتوے دیتے اور مخالفین کو قتل کراتے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ قتل کرنا کتنا بڑا جرم ہے؟ آج ہمارے علماء شیعہ سنی اتحاد کی بات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ اور مسلک ایک ہے، کل تک یہ کیوں کہتے تھے کہ فلاں کافر ہے، اسے قتل کر دو۔ کل پھر یہ اسی روش پر چل پڑیں گے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مسئلہ محض ذاتی مفادات کا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ لوگ اس سسٹم کا حصہ بن کر کیونکر اسے بدل سکتے ہیں، جو جماعت اس میں ڈوب گئی، وہ اسی رنگ میں رنگی گئی، یہ لوگ چاہیں یا نہیں چاہیں بالواسطہ اس سسٹم کو تقویت بخش رہے ہیں۔

س۔ آپ قومی یکجہتی کونسل کا حصہ ہیں؟

ج۔ جی نہیں۔

س۔ جس طرح علماء کی مختلف تنظیموں اور سیاستدانوں میں اتحاد بن رہے ہیں کیا آپ بھی عمران خان، حمید گل اور ڈاکٹر اسرار احمد جیسے لوگوں سے اتحاد کریں گے، جو انتخابات کو مسئلے کا حل نہیں سمجھتے اور موجودہ سیاسی سسٹم کو بدلنا چاہتے ہیں؟

ج۔ یہ تو حالات پر منحصر ہے۔ جب سوچ سب کی ایک ہے تو اتحاد کی شکل بھی نکل سکتی ہے۔ میں ان سب لوگوں سے ملتا جلتا رہتا ہوں، ممکن ہے ایک مقصد کے لئے ہم لوگ متحد بھی ہو جائیں۔ (بشکریہ ہفت روزہ تکبیر)

روشنی کا مینار

اللہ کی شمشیر برہنہ
حبیبؐ کے اس کا تیر کمان
غلام اللہ و غلام محمدؐ
واہ تیری عظمت واہ تیری شان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

دین کی روشنی ہر سو بکھیرے
واہ یہ شان و شوکت تیری
کفر تجھ سے تھر تھر کانپے
دہشت زدہ رہے شیطان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

اس سیاہ دور میں ہے تو
روشنی کے مینار کی مانند
دین کی تو ہے سج دھج ایسی
دین کی تو ہے ایسی شان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ اور رسولؐ کے رستے
قدم تیرے مضبوط بہت ہیں
حبیبؐ خدا کا کرم ہے ہم پہ
اور ہے اللہ کا یہ احسان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ کی عظمت کی نشانی
رسولؐ کی عظمت کا تو نشان
حبیبؐ خدا کے غلام کے دم سے
ہیں ہم اسؐ کے غلاموں کے غلام
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ اور رسولؐ سنا ہے
تیری سفارش سن لیتے ہیں
ملکؐ و قوم کا حال برا ہے
لے دے ہم کو امن و امان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

کافر کے سدا خوف سے ہم سب
دہشت زدہ ہی رہتے تھے
اسلام سے دوری کا ثمر تھا یہ سب
مضبوط ہوا تیری دعاؤں سے ایمان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

تیری دعاؤں کی برکت سے جو
رسولؐ ہمارے سفارش کریں
اللہ بخشے ایماں ہم سب کو
مضبوط بہت ہو پاکستان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

ہماری طرف کوئی بھی پھر
آنکھ اٹھا کے نہ دیکھ سکے گا
فولادی قوت سا ہو گا
ہمارا یہ قلعہ اسلام
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

رحمتؐ کے چشمہؐ سے تو اک
بہتی ندی کی مانند ہے
ان کی قسمت جاگ اٹھتی ہے
سیراب ہوتے ہیں جو انسان
مولانا محمد اکرم اعوان
مولانا محمد اکرم اعوان

پروفیسر راجہ محمد اسلم خان

تصویر ملی

پارک

احمد اویسی

رک کے صدر دروازے پر جلی حروف میں بورڈ آویزاں
ـ

چلڈرن پارک، مردوں کا داخلہ ممنوع، صرف بچوں
ے ساتھ اجازت۔

یہ پارک کے افتتاح کا دن تھا۔ اخبارات اور ٹی وی
بہت تشہیر کی گئی تھی۔ اس لئے بچوں کے پر زور اصرار پر
پورا شہر یہاں امڈ آیا تھا۔ پارک سے باہر ان گنت گاڑیاں،
ر دور تک پارکنگ کی گنجائش نہ تھی۔ جتنی گاڑیاں اتنے
ں خاندان۔ شاید کچھ بے کار والوں نے بھی آنے کی جرات
ی ہو گی۔ پارک تو سب کے لئے ہے۔ غریب ہو یا امیر ہو،
ہر بچے کی خواہش ایک سی۔ پارک کی سیر ایک مثبت تفریح
ہے۔ وہ لوگ بھی آ گئے۔ جو شور و غوغا اور بے ہنگم تفریح
سے اجتناب کرتے ہیں۔ باپردہ خواتین کثرت سے تھیں۔ کچھ
معمر بھی۔ باوقار لباس، سر ڈھکے ہوئے، کچھ ایسے شرفاء بھی
و لباس کے معیار سے خاصے متمول اور چہرے مہرے سے
یندار اور حامل شریعت نظر آتے تھے۔ اپنے اہل خانہ کے
اتھ بچوں کی خوشیوں میں شریک۔ قوم کے نونہال بچے اور
بچیاں، کم سن، نوجوان، چہروں پر معصومیت، شرم و حیا کے
یکر، امت مرحومہ کی نئی نسل، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
سلم کے پیغام کو اپنے اجداد سے وصول کر کے اگلی نسلوں
نک پہنچانے کا واسطہ۔ دین کا اثاثہ اور قوم کا سرمایہ یہ بچے،
جن کی خوشیاں معصوم و بے ضرر۔ آج ان کے والدین بھی
ان کی خوشیوں میں شریک تھے۔ اس شام پارک کی فضا
آوارگی کی آلودگی سے پاک نظر آ رہی تھی۔

اس پرسکون ماحول میں اچانک ایک ارتعاش پیدا ہوا۔
ایک شخص کی چیخم دھاڑ نے سب کو متوجہ کیا۔ لمبا تڑنگا
ایک شخص، وضع قطع سے یورپین لیکن شکل و صورت سے
اسی وطن کی مٹی کی پیداوار، بے نقط اور SLANGS سے
بھرپور، امریکن انگلش کے بے محابا استعمال اور وہ بھی گلے کی
پوری قوت کے ساتھ لوگ متوجہ ہوئے۔ بچے حیران اور
خاموش، عمر رسیدہ خواتین استغفار کرتی نظر آئیں۔ بات بھی
ایسی تھی۔ عورتوں بچوں اور نوجوان بچیوں کے اس ہجوم میں
اس شخص نے ایک تنگ سی نیکر اور بوشرٹ پہن رکھی
تھی۔ نیکر کو انگریزی میں شارٹ کہتے ہیں اور اس کی نیکر
کچھ زیادہ ہی SHORT تھی۔ انتہائی چست اور جسم سے
چپکی ہوئی۔ گھٹنوں سے اوپر آخری حد تک، یہ لباس اس
ماحول کے لئے یقیناً" درست نہ تھا۔ انتہائی غیر شائستہ بلکہ
شرافت و حیا کی حدود کو پھلانگتا ہوا۔ اس شخص کی ساری
چیخم دھاڑ اور نان سٹاپ امریکن انگلش کا ہدف ایک شخص
تھا۔ عمر میں اس سے بڑا۔ باوقار اور چہرہ سنت مطہرہ سے
مزین لیکن وہ یقیناً" کوئی مولوی نہ تھا۔

دیسی ٹامی کے مقابلے میں بات وہ بھی انگلش میں کر

رہا تھا۔ اعتماد اور روانی کے ساتھ معیاری انگلش۔ جو اس کے STATUS کو ظاہر کر رہی تھی۔ وجہ ظاہر ہے۔ اس ٹامیز نما پاکستانی کا لباس عریانی پیش کر رہا تھا۔ اسے انتہائی مہذب انداز میں بتایا گیا کہ اس کی یہ مختصر سی نیکر اس ماحول کے لئے موزوں نہ تھی۔ جہاں خواتین اور نوجوان بچیوں کی کثرت ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ لاوے کا ایک طوفان بہہ نکلا۔ مولوی اور اس کی ٹخنوں سے اونچی شلوار کی تضحیک، دین کا تمسخر، اور ساتھ ہی اپنی بہتر مسلمانی کا دعویٰ۔ جس کا نکاح مغرب کی مادر پدر آزادی اقدار اور آزادی لباس سے بھی جائز۔ اس سے کمتر ہر مسلمان پر بنیاد پرستی کی پھبتی، وہ دعویٰ مسلمانی کے ساتھ ساتھ یہ دعویٰ بھی کر رہا تھا۔ اس تمام پبلک کے سامنے جس میں بیٹے اپنی ماؤں کے ساتھ، باپ اپنی بیٹیوں کے ساتھ، بھائی اپنی بہنوں کے ساتھ دین کے اس تمسخر کو حیرت سے تک رہے تھے کہ وہ آزاد ملک کا آزاد شہری ہے اور اس کی آزادی اسے اس بات کا حق دیتی ہے کہ وہ چاہے تو ابھی اسی وقت شارٹ نیکر سے بھی آزاد ہو سکتا ہے۔ یہ ہے وہ آزادی جو مغربی استعمار کے گماشتے اسلام سے نتھی کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ مسلمان بھی رہیں اور آزاد بھی۔ اس سے کمتر ہر درجہ ان کے لئے بنیاد پرستی ہے۔ ملا کا اسلام ہے۔ انتہا پسندی ہے۔ جنونیت ہے اور وہ سبھی کچھ ہے جو یہودی لابی ان سے کہلوانا چاہتی ہے۔ دین مطہرہ کے لئے ہر روز نت نئی اصطلاحات صیہونیت کے سازشی ذہن اختراع کر رہے ہیں اور ہمارے ہاں ان کے ایجنٹ اپنی جدیدیت اور ترقی پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہانگ دہل پھیلا رہے ہیں۔ دوسری طرف آج کا مسلمان یہ سب کچھ نہ مانتے ہوئے بھی، صرف دل میں پیچ و تاب کھا کے رہ جاتا ہے۔ زبانوں پر مہر سکوت اور قوئی فالج زدہ۔

صورت حال جب حد سے بگڑتی نظر آئی تو **اذا خاطبھم الجاھلون قالو سلاما** کے مصداق اس مرد قلندر نے ٹامی نما شخص کو انگریزی میں کچھ کہا اور اپنی راہ لی لیکن بات یہاں ختم نہیں ہوئی۔ وہ سیدھا پارک کی انتظامیہ کے پاس پہنچا۔ پارک کے صدر دروازے پر آویزاں داخلے کے بورڈ کی طرف توجہ دلائی۔ کیا یہ بورڈ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کوئی شخص ننگ حیا، بے لباسی کے لباس میں بچوں کے پارک میں آن گھسے۔ اور دروازے پر کھڑے گارڈز اور سپاہی اس سے تعرض نہ کریں۔ اس کا اصرار تھا کہ اب پارک کی انتظامیہ اپنے گارڈز لے کر اس ننگ کو فوراً" یہاں سے بے دخل کرے۔ ورنہ یہ سب کچھ پریس میں آئے گا، خبر لگے گی اور یہ پارک جو آپ لوگوں نے بچوں کے لئے بنایا ہے۔ اس کی ساکھ متاثر ہو گی۔ یہ دھمکی بہت پراثر تھی۔ پیسہ کے غلام اس معاشرے میں جہاں کسی کی جیب پر ہاتھ پڑے تو فوری ردعمل ہو گا۔ چنانچہ انتظامیہ فوراً" حرکت میں آ گئی۔ لٹھ بردار گارڈز نے اس نیکر والے کو گھیرے میں لے لیا اور اس کی امریکن انگریزی، ولائتی حلیہ اور پھر بھرپور احتجاج کے باوجود پارک سے نکال کر دم لیا۔

اس سارے ڈرامے میں پبلک اگرچہ سراپا احتجاج تھی۔ لیکن لاتعلق رہی۔ ڈراپ سین کے بعد ایک بنک آفیسر البتہ اس اللہ کے بندے کے پاس پہنچا جس نے کم از کم جہاد باللسان کی جرات تو کی تھی۔ "مجھے افسوس ہے۔ یہ سارا واقعہ مجھے اپنی والدہ کے ذریعہ بعد میں معلوم ہوا۔ اور میں آپ کا ساتھ نہ دے سکا۔" اس تعاون پر اس شخص نے بنک آفیسر کا شکریہ ادا کیا۔ پبلک اتنی بھی لاتعلق نہیں۔ ایک ایک اور دو جماعت، یہاں تعداد مقصود نہیں، اجتماعیت مقصود ہے۔ حق کے پلیٹ فارم پر جب ایک ایک کر کے داعیان حق جمع ہوتے چلے جائیں گے۔ تو باطل ٹھہر نہ پائے گا۔

بعد میں پتہ چلا کہ شارٹ نیکر والا جو شخص چلڈرن پارک سے بڑا بے آبرو ہو کر نکلا۔ ایک بہت بڑا آفیسر تھا۔ جسے وطن عزیز نے یہاں کے دہقان، مزدور اور محنت کشوں کی خون پسینہ کی کمائی سے بڑی بڑی تنخواہیں دے کر بیرونی ممالک بھیجا۔ سالہا سال وہاں رہا۔ لیکن وہ مغربی استعمار اور

باقی صفحہ نمبر 56 پر

آپ نے پوچھا

سوال :- سورۃ نمل کے حوالے سے یہ کہا گیا ہے ایک سوال یہ کیا گیا ہے کہ جب روح نیند میں جسم سے الگ ہو جاتی ہے تو نیند میں روح کہاں ہوتی ہے آیا کوئی شخص اس حالت کا خود مشاہدہ کر سکتا ہے؟

جواب :- پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن حکیم نے بنیادی باتیں تو ضروری ارشاد فرمائی ہیں۔ نیند کے الگ ہونے کو' روح کے الگ ہونے کو' اللہ نے بندے کو موت سمجھانے کا ایک سبب بتایا ہے۔ انسانی عقل ہی اتنی ہے تو انسان اگر اپنی نیند کو ہی سمجھ لے تو اپنی ساری ہستی کا پول کھل جاتا ہے کہ میں کتنا طاقتور ہوں۔ کوئی بڑے سے بڑا پہلوان' کوئی بڑے سے بڑا حکمران یا کوئی بڑے سے بڑا سلطان ہو چونکہ نیند کو موت کی بہن کہا گیا ہے کہ جس طرح نیند میں اللہ کریم ارواح کو بدن سے الگ کر دیتے ہیں تو جسے چاہیں لوٹا دیتے ہیں' کسی کو نہ لوٹانا چاہیں تو سویا ہوا فریاد بھی نہیں کر سکتا کہ میری روح واپس کر دو۔ جب تک روح واپس نہیں آئے گی اس کی آنکھ بھی نہیں کھلے گی۔ وہ تو اس قابل بھی نہیں ہوتا کہ وہ فریاد ہی کر سکے کہ میری روح واپس کر دی جائے۔ تو قرآن حکیم نے اس حال پر توجہ اس لئے دلائی ہے کہ موت کو سمجھنے کے لئے انسان کو آسانی ہو اور اپنی ذات کی بڑائی میں جس میں وہ گرفتار ہوتا ہے اسے سمجھ آ جائے کہ بہت بڑا شہنشاہ بھی جب سو جاتا ہے اور ایک گدا بھی سو جائے تو ان دونوں کی سوئی ہوئی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے' نہ گدا کو اپنی اس مفلسی کا احساس ہے اور نہ شہنشاہ کو اپنی طاقت کا کوئی احساس ہے۔

اخلاقیات کی کتاب الاخلاق میں ایک واقعہ میں نے پڑھا کہ کوئی سلطان کہیں اٹھ کر اپنے محل کے جھروکے میں کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ باہر دور ایک کھلے میدان میں سنگریزوں پر ایک شخص پڑا سو رہا ہے۔ تو اس نے حکم دیا کہ اس شخص کو ہمارے پاس حاضر کیا جائے تو دربار میں پیش کیا گیا۔ اس نے پوچھا تم اس میدان میں شب بھر سوتے رہے۔ اس نے کہا جی ساری رات میں تو یہیں تھا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے تجھے اس لئے بلوایا ہے کہ میں تم سے پوچھ سکوں کہ تمہاری رات کیسے گزری' اتنے پتھر تھے اور ان پر تم سو گئے' کیسے تمہاری رات گزری۔ اس نے کہا حضور کچھ تو آپ جیسی گزری' کچھ آپ سے بہتر گزر گئی۔ تو وہ بڑا پریشان ہوا کہ یہ کہتا کیا ہے۔ کچھ میرے جیسی۔ اس نے کہا آپ بھی سو گئے' آپ شاہی بستر پر سو گئے میں پتھروں پر سو گیا۔ سونے والے دونوں اپنے حال سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ اس میں میں اور آپ برابر تھے۔ نیند میں نہ مجھے کوئی ہوش تھی' نہ تکلیف کا احساس' نہ کوئی اپنی کسی محرومی کا غم تھا اور نہ آپ کو کسی آرام دہ بستر کا شعور تھا نہ اپنی کوئی طاقت کا خیال تھا۔ نیند میں آپ بھی اپنے آپ

سے بیگانہ تھے اور میں بھی بیگانہ تھا۔ دونوں ایک جیسے تھے جب آنکھ کھل جاتی تھی تو میں اللہ کا ذکر کرتا تھا۔ آپ کی آنکھ کھلتی ہو گی تو آپ کو امور سلطنت یاد آتے ہوں گے۔ میرے وہ لمحات آپ سے یقیناً" بہتر ہیں۔ میری جو رات گزری اس کے کچھ لمحات آپ جیسے' کچھ آپ سے بہتر ہیں کہ آپ کی جب آنکھ کھلتی ہو گی تو آپ کے گرد اتنی فکریں ہیں دنیا کی اور اپنی ذمہ داریوں کی' اپنی سلطنت کی اور اپنے نظام کی کہ آپ کو تو وہ ہوش نہیں لینے دیتی ہوں گی اور ہمارا تو سوائے اللہ کے ہے کچھ نہیں۔ ہماری آنکھ کھلی تو ہم اللہ اللہ کرنے لگ گئے تو جو وقت جاگتے گزرا بہرحال آپ سے بہتر گزرا اور جو سوتے گزرا آپ جیسا گزر گیا۔

تو نیند کسی کو سولی پر بھی آ جائے تو اسے اس کا احساس مٹا دیتی ہے یا تخت سلطنت پر یہ سمجھایا ہے کتاب اللہ نے کہ ہر بندہ جو بڑھکیں مارتا ہے وہ اپنی حیثیت کو نیند کی حالت میں بھی دیکھ لے کہ مکھی نہیں اڑا سکتا' چیونٹی کو نہیں بھگا سکتا کوئی کہ جب تک آنکھ اس کی کھلے گی نہیں وہ کچھ بھی نہیں۔ کسی دن یہ آنکھ اسی طرح مستقل بھی بند ہونی ہے اس وقت کی بھی تیاری کرو۔

اب نیند میں روح کہاں جاتی ہے' کہاں نہیں جاتی' اس کی وضاحت نہ قرآن نے فرمائی ہے' نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے اور نہ اس جستجو میں پڑنے کا کوئی فائدہ ہے۔ اس لئے کہ کسی بھی لاحاصل کام کا حکم نہیں دیا گیا اور اگر مشاہدہ کسی کو نصیب ہے تو وہ احکام الٰہی کی مزید تشریح اور تفصیل کو پانے کا سبب ہے۔ اس کا حاصل یہ نہیں کہ ہم عجائبات دیکھتے پھریں بلکہ مشاہدے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جو چیزیں لوگوں کو بہت کتابیں اور بہت مطالعہ کرنے کے بعد بھی سمجھ میں نہیں آتیں مشاہدے میں وہ چیز آ جائے تو وہ تھوڑے وقت میں بہت سی بات آدمی کی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ جیسے آپ ایک آدمی کو ایک انجن کے بارے پڑھاتے رہیں پانچ سال اور ایک دن جا کر اسے وہ سارا انجن اوپر نیچے سے دکھا دیں تو وہ پانچ سال کے مطالعہ سے ایک دن کا مشاہدہ زیادہ علم دے دے گا۔ اس مشین کا اس کی ہیئت کا اس کی کارکردگی کا۔ تو اگر قوت مشاہدہ نصیب ہو جائے تو یہ حصول علم کا بہت بڑا ذریعہ ہے جو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو نصیب ہوا' کسی مدرسے میں نہیں گئے' کسی سکول میں نہیں پڑھے' کسی استاد کے پاس نہیں گئے۔ رب کریم نے قوت مشاہدہ دے دی اور علوم کو ان کے لئے سہل کر دیا تو باتباع نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو نصیب ہو جائے۔ کسی کی چوری ہو گئی اسے تلاش کی جائے۔ کسی کا بچہ گم ہو گیا دیکھا جائے وہ کہاں گیا' اس کی بیماری کیا ہے اور اس کا علاج کیا ہے۔ ان کاموں کے لئے نہیں ہے اور اگر ان کاموں پر بندہ اسے آزمانا چاہے تو وہ واپس لے لیا جاتا ہے۔ جیسے آپ کسی کو اسلحہ دیں اور وہ بندوق سے مکھیاں مارنے لگے تو پھر آپ کب تک اسے اسلحہ سپلائی کریں گے بلکہ اپنا اسلحہ واپس لے لیں گے کہ یہ مکھیاں مارنے کے لئے نہیں ہے۔ تو مشاہدات اللہ کا احسان ہیں۔ ان کا مصرف یہ نہیں ہے چونکہ نیند کی حالت میں روح کا بدن سے الگ ہونا اس موت کی کیفیت کو سمجھانے کے لئے ہے۔ اس سے زیادہ نہیں کہا گیا اور مشاہدہ اللہ کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ سب کو نصیب کرے اور اس کا مصرف یہ ہے کہ اس سے احکام الٰہی کو سمجھنے کی توفیق ملے۔

سوال :- سر اور داڑھی کے بالوں کو رنگنے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا صرف مہندی لگائی جا سکتی ہے یا بازار میں دستیاب ہئیر کلر؟

جواب :- اس میں جو علماء میں اختلاف ہے وہ صرف سیاہ رنگ میں' وہ بھی صرف مردوں کے لئے' خواتین کے لئے نہیں۔ سیاہ رنگ جو ہے وہ استعمال کریں یا نہ کریں اس پہ کچھ لوگ اس کے بھی حق میں ہیں لیکن اکثریت اس کے خلاف ہے اور جو خلاف ہیں وہ بھی بعض وجوہات پر اس کے جواز کے قائل ہو جاتے ہیں۔ جیسے مجاہدین کے لئے فیلڈ

ورکرز کے لئے یا اس طرح کی اور بھی بڑی مزے دار ایک شرط لگاتے ہیں کہ کسی کی بیوی جوان ہو یعنی اگر بال سفید ہونے لگیں تو جوان عورت سے شادی کر لے تو جواز مل جاتا ہے۔ اب یہ ضروری تو نہیں نا کہ پہلی بیوی ہی جوان رہے یہ شرط غالباً" اس لئے لگائی گئی ہے کہ بندہ جوان ہی رہے تو اس طرح کی باتیں ہیں، پیچھے جو مصلحت ہے اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وہ یہ ہے کہ بندہ خواہ مخواہ اپنی AGE چھپانے کی کوشش نہ کرے۔ مہندی لگانے کا جہاں تک تعلق ہے تو چونکہ اس دور میں متبادل تھی ہی مہندی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تو ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذات والا صفات کے بارے بعض نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہندی استعمال فرماتے تھے۔ لیکن حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک سفید ہوئے ہی نہیں تھے۔ کچھ چند بال ان قلموں میں سفید تھے اور جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہندی استعمال فرماتے تھے ان کے پاس جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال تھے وہ سرخ تھے اور وہ بال قدرتاً" سرخ تھے۔ بعض بال جیسے سیاہ بالوں میں قدرتی طور پر سرخ ہوتے ہیں الگ ایک بال دیکھا جائے تو ایسا ہوتا تھا جیسے مہندی لگی ہو تو چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال سفید ہی نہیں ہوئے تھے تو بہرحال سیاہ رنگ کو ان دو تین دلیلوں کے علاوہ پسند نہیں فرمایا گیا۔ سیاہ رنگ سر یا بالوں میں لگانے کو مردوں کے لئے، عورتوں کے لئے نہیں۔ چونکہ یہ اس میں زیب و زینت میں آ جاتا ہے اور زینت جو ہے وہ مردوں کے لئے نہیں، خواتین کے لئے ہوتی ہے۔ بہرحال اس سے زیادہ اہم مسائل اور موجود ہیں۔ چھوٹے چھوٹے مسائل میں الجھنے کی کچھ چنداں ضرورت نہیں۔ ہمارا ایک طریقہ بن گیا ہے کہ ہم چھوٹے چھوٹے مسائل میں الجھے رہتے ہیں جو ضروری اور بنیادی باتیں ہیں وہ رہ جاتی ہیں۔

سوال :- خواتین کو ذکر کروایا جا سکتا ہے؟

جواب :- اگر نامحرم خواتین کو سکول میں پڑھایا جا سکتا ہے، تربیت دی جا سکتی ہے، سارا دن سودا بیچا جا سکتا ہے، کپڑا فروخت کیا جا سکتا ہے، آٹا دال دی جا سکتی ہے تو ذکر کرانا ہی جرم ہو گیا ہے؟ زندگی کا کون سا کام ہے، کون سا بازار میں بیٹھا ہوا دکاندار ہے جو سارا دن سودا نہیں بیچتا، کون سا دفتر میں بیٹھا ہوا بندہ ہے جو سارا دن ڈیل نہیں کرتا، کون سا ٹیچر ہے جو سارا دن پڑھاتا نہیں، زندگی کے معمولات ہیں اور حرمت کی حدیں ہیں اور یہاں خواتین ذکر کرتی ہیں تو کس کو پتہ ہے کون خاتون کہاں بیٹھی ہے۔ آپ تقریر سن رہے ہیں وہ بھی سن رہی ہیں۔ تو اس میں محرم نامحرم کا سوال کہاں سے پیدا ہو گیا بھائی اور یہ سوال صرف دین میں پیدا ہوتے ہیں۔ دنیوی امور میں کوئی نہیں پوچھتا، سارا دن وہی بچیاں بازار میں پھرتی ہیں۔ گھر میں دیکھ لو ان کو تو وہ حجاب کرتی ہیں۔ گھر میں سارے لوگ پردہ نشین ہیں، بازار میں سارے اس طرح کے زندگی کے معمولات سارے کر رہے ہیں۔ دین میں صرف مین میخ کرتے ہیں۔ ذکر جو سکھایا جاتا ہے تو اس میں کوئی یہ نہیں کہ نامحرم خواتین کا اسلام کے خلاف ان کے ساتھ کوئی رشتہ ہوتا ہے، وہ شرعی حدود کے اندر ہوتا ہے۔

سوال :- بعض ساتھی ذکر شروع کرنے سے پہلے حضرت جیؒ سے رابطہ کرتے ہیں اور توجہ کے لئے درخواست کرتے ہیں کیا یہ ضروری ہے؟

جواب :- اگر اپنی ٹور شور بنانی ہو تو پھر ضروری ہے، ذکر کرنا تو ضروری نہیں ہے یہ۔ بعض کو یہ مرض ہے کہ وہ ذکر تو اللہ کا کرتے ہیں لیکن اپنی ٹور شور ساتھ ساتھ ضرور رکھتے ہیں تو اس طرح سے کرتے ہیں۔

سوال :- ذکر شروع کرنے سے پہلے آپ جو کلمات پڑھتے ہیں۔ کیا ان کا پڑھنا اور ان کی ترتیب ضروری ہے؟

جواب :- یہ کوئی فرض واجب تو نہیں ہے لیکن جو چیز مشائخ سے نقل ہوتی ہے اس میں اس طرح کی ایک خاص

برکت ہوتی ہے۔ ویسے کوئی تعوذ تسمیہ پڑھ کے شروع کر دے تو ٹھیک ہے لیکن جو کلمات جس طرح مشائخ پڑھا کرتے تھے۔ شیخ سے سنے گئے کلمات اگر اس ترتیب سے پڑھے جائیں تو ان میں ان کی ایک اپنی کیفیت ہوتی ہے اور برکت ہوتی ہے۔ ضروری نہیں ہوتے کہ وہ خواہ مخواہ اسی طرح پڑھے جائیں' حصول برکت کے لئے پڑھے جاتے ہیں۔

سوال :- کسی شخص کو جب پہلی مرتبہ ذکر کرایا جاتا ہے تو کیا ذکر کرانے والے ساتھی کو کوئی خاص خیال رکھنا پڑتا ہے؟

جواب :- کچھ بھی نہیں۔ بس اسے طریقہ ذکر بتا دو اور پاس بٹھا کر ذکر کرا دو۔ باقی کام ہے وہ اللہ کریم خود جانتا ہے' وہ کرلے گا۔

سوال :- ذکر کے دوران اذان شروع ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی پر درود پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

جواب :- یہ تو کھانے پینے میں بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔ آدمی کھانا کھا رہا ہے تو اپنا کھانا کھائے اذان سنتا رہے۔ کھانا چھوڑ کر اس کا جواب دینا شروع نہ کر دے۔ کوئی تلاوت کر رہا ہے وہ اپنا کام جاری رکھے' کوئی لکھ پڑھ رہا ہے وہ اپنا کام کرتا رہے۔ اسی طرح جو ذکر کر رہا ہے وہ اپنا کام کرتا رہے۔ یہ چیزیں تب ہوتی ہیں جب آدمی فارغ ہے تو اس کا جواب دے۔

سوال :- بے نمازی یا بازار کی بنی ہوئی اشیاء کھانے سے لطائف یا مراقبات پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب :- بڑی موج ہو جاتی ہے یہ چیزیں اگر پاک بھی ہوں تو بازار میں پڑی ہوئی چیزوں میں بھی خاص طرح کی ایک نحوست پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر آدمی کی ایک ریفلیکشن ہوتی ہے تو وہ سارا غبار اس پر پڑا ہوتا ہے۔ بے نمازی کے وجود کا غبار بھی کھانے پہ ہوتا ہے۔ تو کھانا پاک بھی ہو اور حرام نہ بھی ہو' حلال بھی ہو' تو بھی اس میں جو نحوست آتی ہے وہ میل وہ گرد تو جمتا ہے ایک ہوتا ہے' حلال ہونا ایک ہوتا ہے' طیب ہونا تو طیب وہ تب ہو گا جب بنانے والا جو ہے وہ خود طیب ہو' جو ہاتھ اس میں ڈالا وہ پاکیزہ ہو سارا وہ اہتمام بھی ہو تو اگر طیب نہیں ہو گا تو اس میں جو طیب نہ ہونے کی وجہ سے جو غبار اس میں آتا ہے وہ لطائف پر یا اس قلب پر بھی آئے گا۔ تو اللہ معاف کرے۔ جب ہم لطائف کیا کرتے تھے تو ہم تین چار ساتھی ہوتے تھے۔ حضرت فرماتے تھے کہ نماز تو ضرور باجماعت پڑھو لیکن صرف فرض سنتیں پڑھ کر جاؤ اور باقی بہتر ہے کہ سنتیں گھر آکر پڑھو اور اگر مسجد میں ہی پڑھنی ہوں تو نمازیوں سے الگ ہو کر پڑھو کہ نمازیوں کی جو ہے جو ان پر حال وارد ہے وہی تمہارے لطائف کو بند کر دینے کے لئے کافی ہو گا تو بے نمازوں کا پھر حال ہی الگ ہے۔ وہی نمازی بھی کہ جن کے لطائف روشن نہیں ہوتے یا قلب میں نور نہیں ہوتا تو ان پر وہ چیزیں اس طرح مسلط ہوتی ہیں۔ دنیاوی سوچیں' دنیاوی غبار اور معاملات کے افکار کہ وہ پاس بیٹھنے سے بات نہ بھی کی جائے' بیٹھنا بھی کیا مل کر ساتھ نماز پڑھنے سے بھی متاثر کرتی ہیں۔ باقی گپ شپ اور محض بازار میں جا کر بیٹھ جانا یا محض تھوڑی دیر کے لئے وقت گزارنے کے لئے کہیں چلے جانا یہ تو نرا ہی مضر ہے۔ تو یہ ایسی چیزیں جو نقصان پہنچاتی ہیں۔

سوال :- ساتواں لطیفہ سلطان الاذکار صرف بدن کا لطیفہ ہے یا روح اور بدن دونوں کا اور اس لطیفہ پر ذکر کرتے ہوئے بدن کے ہر ذرہ سے صرف "ھو" خارج ہو یا بدن کا ہر ذرہ "اللہ ھو" کرے؟

جواب :- میرے بھائی لطائف بنیادی طور پر ہیں ہی عالم امر کی چیز اور روح کا حصہ ہیں۔ صرف ساتواں نہیں لطائف سارے کے سارے ہی عالم بالا کی چیز ہیں' عالم امر کی شے ہیں۔ حضرت مجددؒ بھی لکھتے ہیں اپنے مکتوبات میں کہ انسان جو ہے یہ پانچ چیزوں کا ہی نہیں کہتے ہیں نہ آپ کہ آگ، ہوا' پانی اور مٹی کے اور ان کے ملنے سے نفس بنا اور پانچ چیزوں سے آپ فرماتے کہ یہ پانچ چیزوں سے نہیں یہ دس

چیزوں کا مرکب ہے۔ جس میں قلب، روح، سری اور اخفاء بھی ہیں یعنی لطائف جو ہیں۔ جس طرح مٹی کے مزاج میں اور مختلف بدنوں کے مزاج میں مختلف مادی اجزاء ہیں اور چونکہ روح بدن میں خود موجود ہے تو بدن کو اس کی وساطت سے منور کرتے ہیں۔ اب کسی کے بدن سے روح نکل جائے تو اس کے بدن کو لطائف نہیں کرا سکتے کہ آپ اس خالی بدن سے محنت کرتے رہیں تو وہ لطائف سیکھ لے لیکن اگر کسی کو اللہ نے بعض مشائخ کو یہ قوت دی ہوتی ہے کہ ان کی توجہ جب برزخ میں ہوتی ہے تو روح کے لطائف منور ہو جاتے ہیں اور الا ماشاء اللہ یہ صدیوں میں کوئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ یہ توفیق دے دیتا ہے۔ تو اگر آدمی کی موت ایمان پر واقع ہوئی ہو کافر کے لئے نہیں لیکن اگر کوئی ایمان پر فوت ہو گیا ہو تو بعض واقعات ملتے ہیں یا بعض مشائخ سے یہ حال ملتا ہے کہ برزخ میں بھی وہ توجہ کریں تو روح کے لطائف منور ہو جاتے ہیں تو جب روح کے لطائف منور ہوتے ہیں تو ایک لطیفہ بھی منور ہو جائے تو عذاب ختم ہو جاتا ہے اور بدن کو بھی اس سے نجات نصیب ہو جاتی ہے عذاب سے اور روح اور بدن دونوں کو آزادی نصیب ہو جاتی ہے۔ تو لطائف بنیادی طور پر روح ہی کا خاصہ ہیں۔ چونکہ روح بدن میں موجود ہے تو بالواسطہ بدن میں ان کا اسی لئے بعض تو سارے سلاسل اس بات پر متفق نہیں ہیں کہ کون سا لطیفہ کس جگہ ہے۔ اپنے اپنے مشاہدے یا تجربے کی بنیاد پر بعض دیگر سلاسل نے وہی لطائف کسی اور جگہ ارشاد فرمائے ہیں کہ فلاں لطیفہ فلاں جگہ ہے، فلاں فلاں جگہ ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ان کی اپنی صواب دید کی تعین ہے فرق نہیں پڑتا غرض یہ ہے کہ وہ لطائف روشن ہوں اور بدن چونکہ سارے روح میں سرائیت کئے ہوئے ہے تو مشاہدے میں اگر مشائخ میں کچھ اختلاف ہوتا ہے تو بدن کے کسی حصے میں ہی ہو گا۔ بدن سے باہر تو نہیں اور روح بدن میں موجود ہے تو اس میں ہمارے لئے ضروری یہ ہو گا کہ ہمیں ہمارے اساتذہ نے جو تربیت دی ہے یا جس طرح ہمیں فائدہ ہو رہا ہے۔ ہم اس پر عمل کریں اور کوئی دوسرا جو طریقہ ہے وہ ان کا اپنا ہے لیکن اس میں کوئی ایسی ناراضگی کی یا اختلاف کی بات نہیں ہے تو لطائف خاصہ ہیں روح کا اور بالواسطہ بدن کو بھی ان سے روشنی پہنچتی ہے اور بدن کا ہر ذرہ ذاکر بھی ہو جاتا ہے، منور بھی ہو جاتا ہے جیسے قرآن حکیم میں ارشاد ہے **ثم تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ** کھال سے لے کر دل تک ہر جزو بدن ذاکر ہو گیا۔

اور حق یہ ہے کہ جب تک اجزائے بدن ذاکر نہ ہوں۔ کم از کم اس پر سے غفلت نہیں جاتی۔ اگر عابد و زاہد بھی ہو تو اس میں سے حضوری کی کیفیت اس میں پیدا نہیں ہوتی اور اس سے غفلت نہیں جاتی اور عبادت میں بھی غافل ہی رہتا اور عبادت سے باہر اس پر تو وہ کیفیت وارد ہی نہیں ہوتی۔ اس لئے تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ مرحوم رحمتہ اللہ علیہ نے اس ذکر قلبی کے حصول کو ہر مسلمان مرد و عورت کے لئے واجب لکھا ہے کہ ہر مسلمان مرد اور مسلمان خاتون کے لئے واجب ہے کہ وہ ذکر قلبی حاصل کرے۔

فرمایا: برزخ سامنے دکھائی دیتا ہے راستہ لمبا اور معاملہ دشوار ہے۔ اقارب و رشتہ دار تو مُردے کو نہیں اپنے فائدے کو روتے ہیں۔ تن تنہا حساب و کتاب ہونیوالا ہے۔ آباؤ اجداد کی قبور تک کا ہمیں اب علم نہیں یہی حساب ہمارا ہو گا. خصوصاً آخر عمر میں اللہ کی طرف متوجہ رہیں جو ان سب کام کریں۔ ڈیوٹی ٹھیک کریں۔ سب چیزیں ٹھیک کریں۔ بیوی بچے غرضیکہ ہر کام کریں لیکن خدا کو نہ بھولیں۔

(حضرت مولانا اللہ یار خان)

ترقی پذیر ممالک کی تاجر برادری سے اپیل

امریکہ اور یورپی ممالک میں خواتین اور بچوں پر ہونے والے ظلم و جبر کے خاتمہ کے لئے ترقی پذیر ممالک کے تاجر اپنا کردار ادا کریں۔

ہم ترقی پذیر ممالک میں رہنے والوں کو امریکہ اور یورپی ممالک کا احسان مند ہونا چاہئے کہ انہوں نے ایسے اقدامات کئے ہیں جن سے ہمیں ایسے کاموں اور حرکات سے بچنے کی ترغیب ملے گی جن کی وجہ سے ہم اپنے ملک کے بچوں اور خواتین پر ظلم کر کے جہنم کی راہ پر گامزن تھے۔ بچوں سے مشقت کروانا واقعی ایک گھناؤنا فعل اور ان پر ظلم ہے جس سے ان کی ذہنی و جسمانی نشوونما پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ان کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خواتین سے کم اجرت پر کام کرانا بھی ظلم و ناانصافی ہے اور یہ گناہ کبیرہ سے کسی صورت کم نہیں۔ لہٰذا ایسی مصنوعات کے کاروبار پر واقعی پابندی ہونی چاہئے جن کی وجہ سے عورتوں اور بچوں پر کسی بھی قسم کا ظلم اور ان کا استحصال ہوتا ہو۔ ہمارے ملک میں بعض لوگ یہ ظلم و استحصال کر رہے تھے' امریکہ یورپ نے اس ظلم و استحصال کے خاتمے کے لئے جو اقدام کئے اور پابندیاں لگائیں' یہ ان کا ہم پر احسان ہے کہ انہوں نے ہمیں ظلم واستحصال سے روکنے کی کوشش کی ہے تاکہ ہم جہنم میں جانے سے بچ جائیں۔

امریکہ و یورپ کے اس احسان کا بدلہ ہم ترقی پذیر ممالک والے اس طرح اتار سکتے ہیں کہ ہم بھی ان کے معاشرے میں موجود کمزوریوں اور ظلم و زیادتی کی نشاندہی کر کے انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کا تابع بنانے کی کوشش کریں۔ ہم بھی انہیں ظلم' بدی اور جرم کے راستے پر چلنے سے روک کر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کریں اور ان کو ایسی تمام خرافات سے بچائیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور یوں ان کو جہنم کی آگ میں جلنے سے بچائیں جس کی تپش دنیاوی آگ سے ہزاروں اور لاکھوں گنا زیادہ ہے۔

بچے سے مشقت لینے سے بھی بڑا جرم اور اس پر ظلم یہ ہے کہ اسے حرامی (Bastard) پیدا کیا جائے اور باقاعدہ قانونی شادی کے بغیر زناکاری سے ایسے ناجائز بچے پیدا کئے جائیں جن کو اپنے باپ کا نام بھی کبھی معلوم نہ ہو سکے۔ پیدائشی طور پر معصوم ہونے کے باوجود ایسے حرامی بچوں سے دنیا والے اس لئے نفرت کرتے ہیں کیونکہ وہ زناکاروں اور بدکاروں کی اولاد ہوتے ہیں۔ پھر زناکاروں کے ہاتھوں میں پلتے ہیں اور ان کی تربیت سے انہی کے طور طریقے سیکھ کر' انہی کی عادات اپنا کر چھوٹی عمر میں ہی پکے مجرم اور اللہ کے باغی ہو جاتے ہیں اور یہ حرامی بچے عمر بھر محرومیوں کا شکار رہتے ہیں۔ اس لئے یہ بچوں پر سب سے بڑا ظلم ہے کہ انہیں حرامی پیدا کیا جائے اور ان کی تربیت زناکاروں کے ہاتھوں میں ہو۔

☆ اسی طرح امریکہ و یورپی ممالک میں بچوں کے ساتھ جنسی تشدد (Child Abuse) بھی بچوں پر بہت بڑا ظلم ہی نہیں بلکہ ایسا گناہ کبیرہ ہے جسے شاید اللہ کبھی معاف نہ کرے گا۔

☆ اسی طرح عورت کو باقاعدہ قانونی شادی کا تحفظ اور دیگر حقوق دیئے بغیر اس سے جنسی تسکین حاصل کرنا' زناکاری ہی ہے جو عورت کو کم اجرت دینے سے بھی بڑا جرم ہے اور اس کے بطن سے حرامی بچے پیدا کرنے سے بڑا گھناؤنا فعل تو دنیا میں اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

☆ مزید امریکہ و یورپی ممالک میں ہم جنس پرستی کے گناہ نے ان کے پورے معاشرے کو Aids جیسی بیماری سے آلودہ کر دیا ہے جس سے پوری دنیا متاثر ہو رہی ہے۔ وہاں منشیات کے استعمال میں بھی اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے عورتوں اور بچوں پر مظالم بڑھ رہے ہیں' لوگ

جرائم پیشہ اور دہشت گرد بنتے جارہے ہیں جس سے امریکہ و یورپ کا معاشرہ گناہ آلودہ ہو کر تیزی سے تباہی اور جہنم کی طرف جارہا ہے۔

امریکہ و یورپ کے معاشرے کو تباہی اور جہنم میں جانے سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے اقدامات کئے جائیں جن کے نتیجہ میں وہاں آئندہ ناجائز بچے پیدا نہ ہوں۔ زنا کاری و بدکاری ختم ہو۔ عورت کے ساتھ باقاعدہ قانونی شادی کے بغیر جنسی تعلقات قائم نہ ہوں۔ عورت کو زنا اور گناہ کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ کیا جا سکے۔ عورت کو نیم برہنہ لباس پہننے پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اس کی عزت و عصمت کی حفاظت کے لئے اسے ایسا مکمل لباس پہنایا جائے جس سے اس کے جسم و حسن کی نمائش نہ ہو۔ بچوں کے ساتھ جنسی تشدد ختم ہو۔ ہم جنس پرستی اور منشیات کا خاتمہ ہو۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے ترقی پذیر ممالک کے تاجر اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور ترقی پذیر ممالک کے تاجروں کو یہ کردار اپنا فرض سمجھ کر ادا کرنا چاہیے۔ اس فرض کی ادائیگی سے امریکہ و یورپ کے احسانات کا بدلہ بھی اتر جائے گا اور امریکہ یورپ میں بسنے والی اللہ کی مخلوق جہنم میں جانے سے بھی بچ جائے گی۔ اس مقصد کے لئے ترقی پذیر ممالک کے تاجروں کو عہد کرنا ہو گا کہ وہ آئندہ امریکہ و یورپ سے ایسی اشیاء درآمد Import نہیں کریں گے۔ جن کے بنانے والے کارخانوں اور فیکٹریوں میں:

1 کسی حرامی بچے کی ماں یا باپ کام کرتا ہو۔
2 کوئی بچوں سے جنسی تشدد کرنے والا Child Abuser کام کرتا ہو۔
3 کوئی زناکار ربدکار کام کرتا ہو۔
4 کوئی ہم جنس پرست کام کرتا ہو۔
5 کوئی ایڈز کا مریض کام کرتا ہو۔
6 کوئی منشیات کا عادی کام کرتا ہو۔
7 کوئی نیم عریاں یا بیہودی لباس پہننے والا کام کرتا ہو۔

ترقی پذیر ممالک کے تاجرامریکہ و یورپ سے مال خریدتے وقت وہاں کے برآمد کنندگان (Exporters) سے یہ سرٹیفکیٹ حاصل کریں کہ اس مال کی تیاری میں مذکورہ بالا جرائم میں ملوث کسی فرد نے کام نہیں کیا ہے۔ یہ سرٹیفکیٹ اشیاء بنانے والی فیکٹری اور برآمد کنندہ (Exporter) کی طرف سے اس کے مال کے لٹریچر اور انوائس (Invoice) میں چھاپ (Print) کر شامل کیا جائے۔ ایسے سرٹیفکیٹ کے بغیر مال کی خریداری سے انکار اور اس کا بائیکاٹ کیا جائے

سرٹیفکیٹ اس طرح کا ہونا چاہیئے

CERTIFICATE

ہم اللہ کو حاظر ناظر جان کر تصدیق کرتے ہیں کہ ہماری معلومات کے مطابق اس مال کی تیاری میں کسی ایسے شخص نے کام نہیں کیا ہے۔

1 جو کسی حرامی بچے کی ماں یا باپ ہو۔
2 جو بچوں پر جنسی تشدد کرنے والا Child Abuser ہو۔
3 جو ہم جنس پرست ہو۔
4 جو ایڈز کا مریض ہو۔
5 جو منشیات کا عادی ہو۔
6 جو نیم عریاں یا بیہودہ لباس پہنتا ہو۔

دستخط برآمد کنندہ .... دستخط تیار کنندہ ....

اہم گزارش: ترقی پذیر ممالک کے تمام ایوان ہائے صنعت و تجارت اور تاجر تنظیموں سے گزارش ہے کہ وہ حالت کی نزاکت کے پیش نظر اس منصوبہ کو قابل عمل بنانے کے لئے اپنے اپنے اجلاس کریں اور پھر مشترکہ لائحہ عمل طے کر کے اپنا فرض ادا کریں۔

تحریک اصلاح معاشرہ پاکستان۔ پوسٹ بکس نمبر 6216 لاہور
MOVEMENT FOR REFORMING SOCIETY (PAKISTAN) P.O BOX 6216 LAHORE

today we build in ourselves courage to say proudly that I am a Muslim and I am proud of it the no one can say that Muslim ways are out dated. This plight of Islamic values is not because of people who do not practicing the faith. If a person takes pride in adopting the getup of non-believer, why can't we feel proud of our beards worn only in the love and following of the Holy Prophet (P B U H). As long as our attitudes remains apologetic towards Islam we will remain a source of humilation to Islam. May Allah grant us the courage to be Proud of our faith, our culture and the teachings of our religion.(Amein)

بقیہ

پارک

صیہونیت کے ہاتھوں بک گیا۔ آج وہ اس ملک کی نظریاتی سرحدوں کو للکارتا ہے۔ دین کا تمسخر اڑاتا ہے۔ پبلک بظاہر لاتعلق ہے۔ لیکن بے حُس نہیں۔ کہیں تو کوئی مرد قلندر اسے لگام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور باطل کا غبارہ پھُس ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کے شارٹ نیکروں والے اکا دکا بازاروں میں بھی نظر آنے لگے ہیں۔ یہ عریانی و فحاشی کا ہراول ہے اور کسی بڑے طوفان کا پتہ دے رہے ہیں۔ اسی طرح کی عریانی نے مصر کے پرسکون ساحلوں پر بھی یلغار کی تھی۔ ساحل سکندریہ عریاں اور نیم عریاں جسموں سے پراگندہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہاں کے غیور مسلمانوں نے ازخود اس کا نوٹس لیا اور اس فحاشی کو وہاں سے رخصت ہونا پڑا۔ ہاں اگر حق کے ماننے والے اپنی دینداری اور عبادت کے ساتھ' مسلم نوجوان اپنی خوبصورت چمکتی سیاہ داڑھیوں اور سفید ٹوپیوں کے ساتھ' اپنے چلوں' تبلیغ اور مراقبوں کے ساتھ شیطینت کے سامنے دم بخود کھڑے رہیں گے۔ اپنے ایمان کی آخری حد کو بچاتے ہوئے صرف احساس کی حد تک دلی نفرت کی پالیسی پر قناعت کر جائیں گے تو انہیں ایمان کی اس آخری حد تک رکھنے کی اجازت کوئی نہ دے گا اور یہ شیاطین اسی طرح دندناتے پھریں گے۔

قلب سلیم

قلب کے سلیم ہونے کے لئے دو شرائط ہیں۔ اول' صحت از امراض۔ قرآن مجید نے قلب کے امراض کفر' شرک' شک اور خواہشات نفسانی کے اتباع کو قرار دیا ہے' ان امراض سے صحت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ کسی معالج روحانی سے علاج کرایا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ قلب کو غذائے صالح بہم پہنچائی جائے جس طرح غذائے صالحہ سے جسم انسانی صحت مند اور قوی ہو جاتا ہے' اسی طرح قلب کی صحت اور قوت کے لئے بھی غذائے صالح درکار ہے' مگر قلب کی غذا جسم کی غذا سے مختلف ہے' قلب کے لئے غذائے صالح کی نشان دہی یوں کی گئی ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ**

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ "سنو ذکر الٰہی سے ہی قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔"

علاج قلب اور غذائے قلب' عارفین کاملین کے بغیر کہیں سے نہیں ملتی۔

of achieving ones goals, camels have been replaced by vehicles for trans portation, simple garments have been replaced by finer silks, crockery has changed, construction of hoses and roads has been revolutionized, but yet human approach and thoughts remain the same. Now if today we say that following the Islamic ways is not a practical approach then it only indicates our ignorance to the applicability of the faith. It is difficult to bring together People Living in ignorance and poverty but Islam achieved this in its early period, then why can't it be achieved in this present age literacy and prosperity.

We are planning and working on a project to set aside conflicting issues and work on the basis of Islam. These bases include faith, worship, mutual dealings and morality. Various courses have been compiled dealing with these four topics so as to facilitate reading since it is difficult to study big volumes of tafseer. These corses can be obtaind from the centres of Al-Ikhwat and should be studied.

7. The question about shariah and mysticism is an important one shariah is the constitution of Islam involving rules and regulations concerning beliets and practices. Mysticism is the name of struggle to achieve sincerety and love to practice the shariah. Mysticism is the training which enables us to do as told by Allah and His Prophet (P B U H) and to avoid indulgance in any act forbidden by them. This is the true spirit of mysticism.

8. Today it is sadly believed that women who cover themselves properly are outdated, who talk about Allah, offer prayers are primitive; men who sport beards are out of fashions. Today if we try to adopt any part of Islamic culture we are outdated but the western culture is followed blindly. Today we see vulgar captions written on stickers and People with out actually ralizing its meaning in blind follwing, put stick on their cars. The reason why we are so is that we are not proud of our religion, we have adopted an apologetic attitude towards our Muslimhood. If

should try to get closer to their Allah and their Prophet (P B U H) by getting in touch with their teachings. The only source for bringing a positive change in men or women is the Holy Quran and the Ahadith, and it is imperative that each one of us study them individually and feel accountable to Allah and His Prophet (P B U H). Un lettered people should hear the preaching of Islam from others. We have compiled various courses about Islam so that even a primary pass person can understand. Islam Until and unless individuals study and decide what they want to do, no positive change can be seen or brought about.

Our economic system is part and penal of the international economic system based on interest, Quran has defined punishments for cardinal sins, which do not allow any concessions for culprits. A panal code has been laid down for various crimes and powers assigned to Judges to decide. But when it comes to usuary, no punishment is clearty laid down but the gravity of crime has been indicated by comparing the crime with declaration of war with Allah and His Proper Islamic economic system. We have collected funds from friends and have started an interest free banking system which is successfully functioning for the last five years. Noone can question on the possipility of an alternative system, we have practically proven its efficiency.

5. At the dawn of Islam, people of the world did not Live as nations, they had varied interests, thoughts, mythologies and identities. Islam was for the entire mankind and it was practiced by people in different regions of the world with different cultural environmental and social back grounds. Today we say that alot has been changed.... but what has been changed? Were People, then, felt hunger which we don't now? Or did they get thirsty and we don't Or did they require clothing which we don't? infact nothing has been changed! Human thoughts requirements and their mutual relations remain the same. What really has changed, the way

colonial system and a rutbless system which safe guards the rights of the rulers . and the Privileged class and oppresses the already down trodden Poor class.

My request to all you is that when talk about Islam, Allah and the Holy Prophet (P B U H) we must within the framework of Islamic Ideology be broad minded enough to tolerate slight differences of opinions. History reveals that once, while on a journey Prophet Mohammad (P B U H) announced that the Asr prayers will be offered on arrival at Banu Quraiza, while still on the way the time for Asr Prayer arrived, some companions suggested to offer the prayer then and there while others wanted to offer it at Banu Quraiza. As a Result some offered it on the way whereas others offered it at Banu Quraize. The Propet's (P B U H) order was aimed at speeding up the journey, not at delaying the prayer. On their arrived this question was put forth to the Prophet (P B U H) as to who did the right thing. The Prophet (P B U H) did not condemn either of them, but said it was just a difference of understanding and was done in total sincerity. This is the lesson of tolerance for each others opinion which we really need to revise today. The problem today is that each one of us wants to impose our concept of Islam on others, which gives them the feelings as if we are imposing ourselves on them. If we are sincere to Islam, then we must have the courage to convey Quran and Hadith to others and then witnin its scope trust the other person to be a good Muslim too. We must let him or her practice their own perceptions of Islam ofcourse within the framework of faith. We really need tolerance and patience and a broader out look towards others.

3. Human beings whether being men or women have a strange tendency; you can confine them to chains but cannot inspire their hearts to wish for something. You can hire a servant, to sit and guard at your door for years but you cannot force him to have love for you. It is entirely his decision. People

originally planned to be a copy of the state run by the Holy Prophet (P B U H). It is indeed sad that we expect Allah to shower us with blessings like. He showed on the Noble Companions (R A U) of the Holy Prophet (P B U H), but fail to perform the tasks of an ordinary Muslim. It is my humble request to all of you that please study the Quran or daily basis, no matter how. I little you read, but please read it egularly. The Al Ikhwan office can help you, by providing you with easy comprehensive Qurani lessons in Urdu. Kindly, study the `sayings of the Holy Prophet carefully and understand your responsibilities. The flowers budding in your garden should be given the true Islamic colour by you, so that one can immediately recognize that belong to the garden of the Holy Prophet (P B U H). Let us work for the salvation of our generation in the hereafter. May Allah forgive our mistakes and grant us the capability to live according to the rules laid down by Allah and His Prophet (P B U H), and to die for the, and on the true faith so that we may be able to hold our heads high up in the presence of Allah and His Prophet (P B U H) on the day of judgement. May Allah spare us all from being abased in this world and in the hereafter, the traumas of death and the horrifying penalties of the grave. (Amien).

The following are the questions that were answered after the speech.

1. We do not consider Islam and politics as separate entities. When we declare that we are Muslim, we actually with draw our right to choose the course of action. As Muslims it is our duty to follow the preachings and teachings of the Holy Prophet (P B U H). Our organisation aims at revolutionizing the present political structure and run it on the pattern of caliphate. We do not wish to be part of the present Political structure system, but would oppose it to our full capacity. We do not wish any disturbance or violence in the country. Islam does not preach any such philosophy of terrorism, setting property ablaze, destroying public property and vehicles is not our aim. But we certainly want to prove that as Muslims we have our own system which is democratic Islamic and it ensures the betterment of people. Today our present system is niether Islamic nor democratic, it is a

dictators such as Hitler, chengiz Khan and Messolini who took the world to the verge of destruction were masterpiecs of women. Had their mothers been God fearing, humane and pious, their sons could have been noble scholars or pious men instead of being cruel and ruthless People. Today man contended with the idea that his household is being run smoothly, children are enjoying life, everything is fine, but this is indeed a selfish approach on his behalf. Muslim nation is the one entrusted with the duty of inviting the entire humanity to salvation, Allah has elated the status of the Muslim community in these words, "Ye are the best community that hath been raised up for mankind. Ye enjoin right conduct and forbid indecency" 110:3 Respected ladies! I am basically related to the field of education. I personally prefer to sit a side and teach people Allah's remembrance and practice that myself. But the present deteriorating condition of the society has compelled me to come out in the open and invite the Muslims back to their cente their faith. I do not suggest that they follow me, nor do I require any appreciation from anyone. All I am offering is a simple invitation to accept the supremacy of Allah and submit ourselves into service to the will of Allah. Let us all become slaves of the Holy Personality (P B U H) who blessed us with the precious gift of Islam. Let us return to the obedience of the most noble (P B U H) who freed us from idols and man made Gods, and aquainted us with our true creator. Our Holy Prophet (P B U H) taught us moral values, humanity and judgement. There fore I have arranged for our fellow brothers to work towards this goal under the banner of 'Al Ikhwan.' I haven't ignored the need for such a platform for Muslim sisters, daughters and mothers. So they are most welcome to make their organisation 'Al Ikwat' and work together. Their aim should be to spread the teachings of the Quran and the Holy Prophet (P B U H), as far as they can. Let us together, atleast give this country an Islamic atmosphere and thought and tell the world proudly that the true followers of the Holy Prophet (P B U H) are still very much existent. Even today we come across people, men and women, who are living examples of the Holy Quran, and the teachings of the Holy Prophet (P B U H). This country was created with the aim of enforcing a system which was laid down by the Holy Prophet (P B U H). The entire administrative, judicial, educational and political structure of this country was

women of today ever bothered to open, read and comprehend the Book which was sent by Allah, indiscriminately to both men and women, Have they tried to understand what Islam expects from them, what Allah expects them to do, what destination. He has designed for them? Do women today bother to study the sayings of the Holy Prophet (P B U H), the life histories of the noble ladies and wives of the Holy Prophet (P B U H), the wives of the noble companions (R A U)? I would regretfully state that ladies today bring up their children with the same idea, as a professional breeder who rears or seven sheep to be sold profitably on the Eid of sacrifice. Similarly we bring up our children giving them knowledge of every worldly skill we possibly can only with the intention of improving their earning abilities in the future. We hardly stop to worry whether with the knowledge we are giving them, will they still remain Muslims? Today every mother is concerned with bright future of her son, or daughter, she wants then to go abroad and study in renovned univer sities, but none are concerned for making their children good Muslims. She wants them to be scientists, doctors and engineers but not Muslim scientists, Muslim doctors and Muslim engineers. The revlt is obvious, the children become doctors, engineers and scientists but then they do not retain the qualities of good sons towards their mothers. A mother who did not impart Islamic ideology and teaching to her son does not deserve the respect allocated for a Muslims mother in Islam. A mother is primarily responsible for the training and shaping of the human character. Today People indulge in all sorts of vices, robberies, murders and malpractices, because they have been brought up in a way which could not have taught them humanity. Women must critically analyse the role they play as mother. Do they impart moral values, love for Allah and the Holy Prophet (P B U H), the true guidence for leading a pure life, unto their children or do they only teach them greed, cruelty and selfishness. Today when women complain about the disobedience of children, ill treatment by husbands, disloyalty of brothers we forget one important factor, a husband is also the son of some mother. Had the woman, who was entrusted with the training of a generation, taught her son the proper Islamic treatment, '1 he was supposed to give to his wife. The poor guidance given by the mother, leads to the miserable life lead by another woman. Terrorists and

The Status of Women is Islam

Episode 2

But! O Respected sisters, daughters and worthy mothers.! It is Islam, the Holy Quran and the Holy Prophet (P B U H) who have given women respect, honour and status. All the various departments of Knowledge in the world, render humans, be it man or woman, various philosophies, ideologies but none of these can impart the feelings, the radical changes in oneself, like Islam does, it gives them the courage that no one else can give. Islam cannot be merely defined as a philosophy, but it is infact an intrinsic thought of an individual. Islam is an idea involving recognition and affirmition of Allah's oneness and acceptance of the Prophethood of the Holy Prophet (P B U H). When Islam is accepted and it imparts it's special effects on the heart, then the aim of one's life becomes the seeking of Allah's nearness and pleasure but when this desire is lost then one drifts far away from the destination. It is sadly observed today even families with religious inclinations have assigned their women with duties such as the selection of draperies, clothing, furniture and the collection of crockery and cutlery. Although women themselves realise that their alienation to Islam has deprived them of the status and importance they originally possessed. Today whosoever desires can throw her out of the abode, she had built painstakingly. No one can help her. When the true spirit of Islam is lost, women in all sections lose their respect, sons do not love their mothers, brothers treat sisters as burdens. But is only man responsible for this sorry state of affairs? I do accept that man does act selfishly and carelessly towards the fulfilment of the needs of women but should not the women too worry about their relation and committment to Allah and the Holy Prophet (P B U H). Should not they be aware of the fact that they too are account- able for their deeds to Allah? Do they realise that the children being reared by them should be brought up as true Muslims and custodians of the faith conveyed to them by the Holy Prophet (P B U H)? Are women aware of their status in the house they lovingly build? Have the